جولائی ۸۲ء

وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

مقام اشاعت :- ۳۶-کے- ماڈل ٹاؤن - لاہور

ماہِ رمضان المبارک میں خصوصی رعایت

ڈاکٹر اسرار احمد

کی کتب کا مطالعہ ان شاء اللہ آپکے دینی فہم میں اضافہ کا موجب ہوگا۔

★ مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق ۴/-
★ اسلام کی نشاۃ ثانیہ، کرنے کا اصل کام ۱/۵۰
★ راہِ نجات، سورۃ والعصر کی روشنی میں ۲/-
★ قرآن حکیم کی سورتوں کا اجمالی تجزیہ ۸/-
★ مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب ۱۰/-
★ نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں ۳/-
★ نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت ۴/- ★ شہیدِ مظلوم ۴/-
★ قرآن اور امنِ عالم ۱/۵۰ ★ عظمت صوم ۱/۵۰
★ دعوتِ الی اللہ ۱/۵۰ ★ سرافگندیم ۷/-
★ علامہ اقبال اور ہم ۲/- ★ مطالبات دین ۶/-
★ تنظیم اسلامی، شرائط شمولیت ۱/۵۰ ★ تنظیم اسلامی نظام العمل ۱/۵۰
★ رُوداد تنظیم اسلامی ۱ ۱۰/- ★ رُوداد تنظیم اسلامی ۲ ۱۵/-

مندرجہ بالا اٹھارہ کتب کی مجموعی قیمت = /۸۴ ہے۔ رمضان المبارک میں توسیعِ دعوت کے نقطہ نظر سے ان کی رعایتی قیمت = /۶۴ مقرر کی گئی ہے
تین سیٹ منگوانے پر ڈاک خرچ بھی ادارہ کے ذمہ ہوگا۔
اس خصوصی رعایت سے فائدہ اٹھانے کا یہ نادر موقعہ ہے۔

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶ کے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور ۱۴ (فون ۸۵۲۶۱۱)

وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

ماہنامہ میثاق لاہور

جلد ۳۱ | رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ جولائی ۱۹۸۲ء | شمارہ ۷

مشمولات

- عرضِ احوال — شیخ جمیل الرحمٰن — ۳
- تصریحات و توضیحات — ڈاکٹر اسرار احمد — ۱۷
- سلسلۂ تقاریر 'الکتب' (آخری قسط) — ڈاکٹر اسرار احمد — ۲۵
- سلسلہ تقاریر 'رسولِ کامل' (۸)
  انقلابِ نبوی کے بین الاقوامی مرحلے کا آغاز — ڈاکٹر اسرار احمد — ۴۹
- ابوالکلامیات :
  امر بالمعروف اور نہی عن المنکر — مولانا ابوالکلام آزاد — ۵۷
- اختتامی خطاب (دوسری قسط) — ڈاکٹر اسرار احمد — ۷۳
- دورۂ کوئٹہ کی رپورٹ — قاضی عبدالقادر — ۸۱
- میثاق کی ایجنسیاں — ادارہ — ۹۱

ادارہ تحریر: شیخ جمیل الرحمٰن ، حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِ تعاون: ۳۰/-

قیمت فی شمارہ ۳/-

ناشر: ڈاکٹر اسرار احمد، طابع: چودھری رشید احمد
مطبع: مکتبہ جدید، شارع فاطمہ جناح - لاہور
مقامِ اشاعت: ۳۶ - کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۱۴، فون: ۸۵۲۶۱۱

راولپنڈی میں

تنظیمِ اسلامی کی تربیت گاہ

رفقاءِ تنظیمِ اسلامی کی تربیت کے لئے ہر سال لاہور میں ایک مرکزی تربیت گاہ عموماً سال کے آخر میں منعقد کی جاتی ہے۔

اس سال فیصلہ کیا گیا ہے کہ ملک کے شمال مغربی علاقوں کے لئے ایک مزید تربیت گاہ کا انعقاد راولپنڈی میں یکم تا ۵ اگست عمل میں لایا جائے۔

آزاد کشمیر، بلتستان، صوبہ سرحد اور راولپنڈی ڈویژن کے رفقاءِ تنظیم کے لئے اس میں شرکت لازمی ہوگی۔ —— رفقاء سے درخواست ہے کہ وہ تیاری شروع کردیں۔ نیز قریبی احباب کو بھی اس میں شرکت کے لئے ساتھ لانے کی کوشش فرمائیں۔ اس سلسلے میں انہیں مرکز سے سرکلر جاری کیا جا چکا ہے۔ —— تربیت گاہ میں رفقاء اور ان کے احباب کے خصوصی اجتماعات کے علاوہ عام اجتماعات بھی منعقد ہوں گے —— تفصیلی پروگرام کا سرکلر رفقاء کو ان شاء اللہ جلد ہی ارسال کر دیا جائے گا۔

قاضی عبدالقادر

(ناظم تنظیم اسلامی)

جمیل الرحمٰن

عرضِ احوال

محترم شیخ جمیل الرحمٰن صاحب اپنے بعض ذاتی مسائل کے سلسلے میں ۱۹ر جون کو کراچی روانہ ہوئے تھے اور ۲۶ر جون کو واپس لاہور آجانے کا پروگرام تھا۔ چنانچہ واپسی کے لئے سیٹ بھی بک تھی - والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اُن کی روانگی تک دورۂ بلتستان سے واپس لاہور نہیں پہنچے تھے، واپسی پر اُن کے علم میں شیخ صاحب محترم کی ناسازئ طبع کا معاملہ آیا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ پورا ماہ رمضان المبارک کراچی میں گذاریں اور مکمل آرام کریں —

- امیر تنظیم کا یہ "حکم" تو انہوں نے مان لیا، چنانچہ اب وہ پورے ماہ رمضان المبارک کے لئے کراچی ہی میں مقیم ہیں لیکن اپنے ذہن اور قلم پہ تالا ڈالنا ان کے لئے ممکن نہیں ہوسکا چنانچہ نہایت طویل "عرضِ احوال" ان کے قلم سے نکل کر کراچی سے لاہور پہنچ گیا - اس میں طویل ترین بحث "بیعت" سے متعلق تھی جو اپنی طوالت کے پیشِ نظر "عرضِ احوال" کے جُزو کی بجائے ایک مستقل مقالے کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا اسے تو اس اشاعت میں شامل نہیں کیا جا رہا - باقی پوری تحریر جُوں کی توں پیش خدمت ہے (عاکف سعید)

رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ، مطابق جولائی ۱۹۸۲ء کا شمارہ پیشِ خدمت ہے۔ مئی ۱۹۸۲ء میں "اشاعتِ خصوصی" کی وجہ سے اشاعت میں دو ہفتوں کی جو تاخیر واقع ہوئی تھی، اس پر بحمد اللہ بتدریج قابو پایا جا رہا ہے۔ جون کا شمارہ ۱۲ر جون تک منصۂ شہود پر آگیا تھا۔ توقع ہے کہ جولائی کا شمارہ ان شاء اللہ جولائی کے پہلے عشرے کے اندر اندر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔

اشاعتِ خصوصی کی مقبولیت | بفضلہٖ تعالیٰ مئی کی اشاعتِ خصوصی نے ہماری توقع سے کہیں زیادہ قبولِ عام حاصل کیا۔ یہ شمارہ عام تعداد سے ڈیڑھ گنا طبع کرایا گیا تھا۔ لیکن اب دفتر میں مشکل سے اس کی چند کاپیاں ہی باقی رہ گئی ہیں اور فرمائشیں برابر آرہی ہیں۔ چنانچہ اس شمارے کا دوسرا ایڈیشن طبع کرایا گیا ہے جو پریس سے آگیا ہے۔ لہٰذا فرمائشوں کی

تعمیل شروع ہو گئی ہے۔ جون کا شمارہ بھی ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور اس کی بھی برابر مانگ ہے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ اس کا بھی دوسرا ایڈیشن اسی ماہ طبع کرانا پڑے ــــ

اسلام اور عورت محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب "اسلام میں عورت کا مقام" تو اس اشاعتِ خصوصی کی جان تھی۔ الحمدللہ دوسرے مضامین بھی کافی پسند کئے گئے اور حسنِ ترتیب کی بھی داد دی گئی۔ لیکن ہمارے لئے تو اصل قدر و قیمت اس بات کی ہے کہ اس شمارے کے مضامین کی بدولت اگر ہمارے معاشرے میں سے ایک شخص بھی اسلام کے معاشرتی نظام میں عورت کے صحیح مقام کا قائل ہو کر آمادۂ اصلاح ہو گیا اور مختلف مغالطوں میں مبتلا ہماری بہنوں میں سے ایک بہن کو بھی ان مغالطوں سے رستگاری حاصل کرنے کی توفیق مل گئی تو یہ بات ہمارے لئے موجبِ اجر ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ چونکہ ہمارے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نصیحت ہے جو آپؐ نے حضرت علیؓ کو فرمائی تھی کہ "لَاَن یَّھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلاً وَاحِداً خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ" یعنی "اے علیؓ! اگر اللہ تیرے ذریعے کسی ایک کو بھی ہدایت کی راہ پر لے آئے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"۔

اباحیت پسند طبقے کی بوکھلاہٹ ہمارے معاشرے کے اباحیت پسند اور تجدد پسند بلکہ صحیح تر الفاظ میں اسلام کے دوست نما دشمن طبقے کی طرف سے ستر و حجاب کے احکام اور اسلام میں عورت کے اصل مقام کے بارے میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ان نظریات پر سخت اضطراب کا اظہار ہوا جو قرآن و سنت کے نصوص قطعیہ پر مبنی ہیں، جن کا اظہار ضمنی طور پر وسط مارچ میں شائع ہونے والے روزنامہ جنگ کے انٹرویو میں ہو گیا تھا، چنانچہ اس انٹرویو کی اشاعت کے فوراً بعد سے مسلسل موصوف کے خلاف غم و غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔ اور یہ طبقہ مشاعروں میں، نظموں اور غزلوں میں، اخباری بیانات، مراسلات اور مضامین میں پھر خود بعض اخبارات کی طرف سے فکاہی کالموں میں ڈاکٹر صاحب کو تمسخر و استہزاء کا مسلسل ہدف بنائے ہوئے تھا۔ لیکن "میثاق" کی اشاعتِ خصوصی اور بے شمار رسائل و جرائد میں اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب موصوف اور پاکستان کے چوٹی کے علماء حق، نیز دینی غیرت و حمیت سے سرشار حضرات و خواتین کی عظیم اکثریت کی طرف سے اس مغرب زدہ اور حکومت یا ذرائع ابلاغ میں مراعات یافتہ طبقے کے قطعی خلافِ اسلام نظریات و خیالات پر جو غیر معمولی احتجاج اور ردِّ عمل ہوا اور اس ضمن میں پاکستان بھر کی تمام قابلِ ذکر مساجد میں جو خطابات ہوئے اس سے یہ طبقہ اتنا بوکھلا گیا

ہے کہ اب تمسخر و استہزاء سے آگے بڑھ کر دشنام طرازی اور بہتان و افتراء پردازی پر اتر آیا ہے۔ اور طرح طرح سے دل کے پھپھولے پھوڑ رہا ہے۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ڈاکٹر صاحب کی تقاریر یا تالیفات میں سے کچھ باتیں سیاق و سباق سے کاٹ کر اور انہیں خود ساختہ معانی پہنا کر سیدھے سادے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ساتھ ہی اقتدارِ وقت کو ڈاکٹر صاحب سے بدگمان کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے، مثلاً ڈاکٹر صاحب کی قائم کردہ تنظیمِ اسلامی میں شمولیت کے لئے نظامِ بیعت اگست ۸۲ء سے جاری ہے اور اس نظام کی تشریحات و توضیحات میں تنظیم کی مطبوعات بھی موجود ہیں۔ لیکن اس کو یہ رنگ دیا جا رہا ہے کہ گویا ڈاکٹر صاحب نے حال ہی میں بیعت لینے کا سلسلہ شروع کیا ہے ـــــ

عورت اور نظامِ حکومت

ابھی حال ہی میں ایک خطابِ جمعہ میں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ چونکہ اسلامی مملکت میں کاروبارِ حکومت میں عورت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایک اسلامی ریاست میں مقننہ اور انتظامیہ کی بذریعہ انتخابات تشکیل میں عورت کی رائے دہی کی چنداں ضرورت نہیں ہے ویسے بھی ہمارے معاشرے میں خواندہ خواتین کا تناسب بہت کم ہے۔ اور ان میں سیاسی شعور بھی معدوم کے درجے میں ہے۔ لہٰذا عورتوں ہی کے ووٹ زیادہ تر بعض سیاسی پارٹیاں بوگس طور پر استعمال کرتی ہیں۔ چونکہ اس فساد زدہ اور بگڑے ہوئے دور میں ہمارے معاشرہ کی عظیم ترین اکثریت اپنی خواتین کے ووٹ دینے کے لئے گھروں سے نکلنے اور گھنٹوں پولنگ اسٹیشنوں پر قطاروں میں کھڑے ہونے کو پسند نہیں کرتی۔ لہٰذا بعض سیاسی جماعتیں یہ غلط فائدہ اٹھاتی ہیں کہ وہ "آزاد خیال" عورتوں کا ہر پولنگ اسٹیشن پر ایک ایسا گروپ تیار رکھتی ہیں جو کپڑے بدل بدل کر ان نہ آنے والی خواتین کے ناموں سے بوگس ووٹ بھگتاتی ہیں اور اس طرح ایک عورت کبھی کسی کی بیٹی اور کبھی کسی کی بیوی ہونے کا اقرار کر کے کذب بیانی کا ارتکاب کرتی ہے اور نہ اس عورت کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ کتنا بھیانک جرم کر رہی ہے اور نہ ہی ان سیاسی جماعتوں کو احساس ہوتا ہے کہ وہ کتنے بڑے ظلم کا ارتکاب کر رہی ہیں ـــــ

ڈاکٹر صاحب نے قرآن حکیم کے اس مستقل اور اٹل اور غیر متبدل اصول سے استدلال اور استشہاد کرتے ہوئے کہ قرآن حکیم نے وراثت میں مرد کے مقابلے میں عورت کو نصف حصہ (نساء آیت ۱۱) اور شہادت کے نصاب میں ایک مرد کے مساوی دو عورتوں کو قرار دیا ہے

(بقرہ آیت ۲۸۲)۔ اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اگر کسی ملک میں خواتین کو حق رائے دہی دینے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو عورت کا ووٹ آدھا شمار ہونا چاہیئے کیونکہ درحقیقت ووٹ بھی اس امر کی شہادت کے مترادف ہوتا ہے کہ جس فرد کے حق میں وہ عورت ووٹ دے رہی ہے اسے وہ قابل اعتماد سمجھتی ہے ــــــ اس مسئلہ پر خالص علمی انداز میں اور قرآن وسنّت کے دلائل سے گفتگو مفید ہوتی، لیکن افسوس کہ اس مسئلہ پر اصحاب علم نے تو خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور اکثر اخبارات کے کالم نویسوں نے ڈاکٹر صاحب پر حسب معمول لے دے شروع کر رکھی ہے۔ دنیا کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی خاص مسئلے میں ان ہی لوگوں کا اظہار خیال وزنی اور معتبر تسلیم کیا جاتا ہے جو اس مسئلے میں فی الواقع مہارت رکھتے ہوں۔ انجینئرنگ کے کسی خاص مسئلے کے متعلق کوئی قانون دان مشورہ دینے لگے تو اس قانون دان کی علمیت وقابلیت اپنی جگہ، لیکن اس کے اظہار رائے کو ہر معقول شخص مضحکہ خیز قرار دے گا۔ لیکن عجیب ستم ظریفی ہے کہ فی زمانہ ہمارے معاشرے نے دین اسلام کو بازیچۂ اطفال بنا رکھا ہے اور ہر کہ ومہ اور ہر کس وناکس جو علوم دینیہ کی ابتدائی شُدبُد بھی نہ رکھتا ہو، اسلام کے معاملہ میں اتھارٹی ہونے کا دعویدار بن کر میدان میں آ جاتا ہے اور اپنے باطل نظریات اور خود ساختہ خیالات کو قرآن وسُنّت سے منسوب کرتا ہے۔ یہی صورت حال عورتوں کے ووٹ کے سلسلہ میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی رائے کے متعلق نظر آ رہی ہے اور یہی کیفیت "ستر وحجاب اور اسلام میں عورت کے مقام" کے متعلق ہے کہ وہ وہ تاویلات پیش کی جا رہی ہیں کہ جن کی طرف سلف سے لے کر آج تک ہمارے ان علمائے کرام کا خیال تک نہ گیا ہوگا جنہوں نے اپنی عمریں قرآن وسنّت کے مطالعے اور اس کی تعلیمات واحکام کی افہام وتفہیم میں بسر کیں۔

مثلاً روزنامہ جنگ میں "خواتین کی آزادی" کے عنوان پر خواتین کے ایک مذاکرہ کی روداد شائع ہوئی ہے جس میں ایک محترمہ، جو ایڈووکیٹ ہیں، فرماتی ہیں "جس طرح اسلام کو میں نے پڑھا ہے اور قرآن کو میں نے سمجھا ہے، اس طرح کہیں یہ نظر نہیں آیا کہ عورت کو صرف ضرورت کے تحت کام کرنا چاہیئے، اسے پوری آزادی ہے وہ ہر وقت ہر ایک پیشے میں کام کر سکتی ہے!" انہی محترمہ نے یہ بھی فرمایا کہ "میں اپنی مثال دوں، میں نے سر پر دوپٹہ نہیں ڈالا اور میرے دل میں کبھی شبہ نہیں پڑتا کہ میں کسی مرد کے ساتھ جاؤں یا نہ جاؤں کیونکہ خود پر اعتماد ہوتا ہے وہ بڑی چیز ہوتی ہے" ایک اور محترمہ گوہر افشانی کرتی ہیں "ترقی کرنے کا جو دنیا بھر کا طریقہ ہے، ہم اس سے کیسے الگ رہ سکتے ہیں، میرے خیال میں یہ فیصلہ کرنا ہم عورتوں کا کام ہے کہ ہم اس معاشرہ میں کیا رد و بدل چاہتی ہیں؟

ایک عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو وہ خود جانتی ہے کہ اپنی عزت کی حفاظت کیسے کی جائے! اسے یہ مشورہ دینا کہ یہ کرو، یہ خود ہمارے تقدس پر ایک حرف ہے، اس کا فیصلہ ہمیں خود کرنا چاہئے کہ ہماری حدود کیا ہیں! ہمیں کتنی آزادی ہے! یہ فریم ورک ہم خود بنا سکتی ہیں" ایک اور صاحبہ فرماتی ہیں "عورت کو اپنے حقوق ملنے چاہئیں، جہاں تک دوسری باتیں ہیں کہ اسلام کیا کہتا ہے! یہ خدا اور میرا معاملہ ہے، مجھے اپنے اعمال کا اللہ کو جواب دینا ہوگا۔ آپ کو اپنے اعمال کا۔ میرا ذہن میرے مذہب کو جسطرح سمجھتا ہے، میں ویسے کرتی ہوں، ہم اپنے اپنے عمل کے خود جوابدہ ہیں" حیرت ہے کہ قرآن میں خواتین کے دائرہ کار کے لئے جو واضح احکام آئے ہیں، ان کی من مانی تاویلات بلکہ ان سے اعراض و انکار پر نہ علماء کرام کی غیرت و حمیت جوش میں آتی ہے۔ اور نہ ہی ہمارے اخبارات کے اہل دانش و بینش کو اس امر کا احساس ہے کہ قرآن و سنت کے ساتھ ان گستاخیوں پر گرفت کرنا ان کی سب سے بڑی صحافتی ذمہ داری اور عین ایمان کا تقاضا ہے۔

دیارِ فرنگ سے ایک خط: ادھر اپنا تو یہ حال ہے لیکن دیارِ فرنگ میں مقیم ایک صاحب دل عالم دین ــــ مولانا عتیق الرحمان سنبھلی (خلف الرشید مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ، مدیر "الفرقان" لکھنؤ، انڈیا) جن کی ایک تحریر معاصر عزیز 'المنبر' کے شکریے کے ساتھ گذشتہ اشاعت میں قارئین کی نگاہوں سے گذر چکی ہے، لندن سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے نام، خواتین سے متعلق جو بحث ڈاکٹر صاحب کے حوالے سے پاکستان میں چھڑ گئی ہے اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:ــ

۱۴ جون ۸۲ء محترم ڈاکٹر صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

آغاز شکریہ سے ہونا چاہیئے کہ میثاق 'برطلب' مل رہا ہے۔ اس کے بعد مبارکباد کہ بڑا ضروری مسئلہ پاکستان میں اس سطح پر آپ کی بدولت اٹھ گیا، جس کی ضرورت تھی۔ تازہ میثاق جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ آپ خود ایسے مسائل کو اٹھانے کے حق میں نہیں۔ مگر" الخیر فی ما وقع" حق ہے اور جیسا کہ آگے آتا ہے میری رائے اسی حق میں ہے کہ اٹھایا جاتا۔ پاکستانی سیاست اور صحافت بلکہ اور بھی سبھی چیزوں کی یہاں خوب عکاسی ہوتی ہے۔ سو اس صحافتی "video" سے آپ بھی مع اپنے ماللہٗ وما علیہ کے اچھی طرح دیکھنے اور پڑھنے میں آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے اور وہ حکمت بھی ہم عنان رہے جس کی استقامت ہی کی برابر ضرورت ہے ـــــ

میثاق کا تازہ شمارہ جو اسی پر محیط ہے 'دو تین دن پیشتر ہی ملا ہے۔ دیکھ ابھی تک نہیں سکا۔ عادت کے مطابق ورق گردانی تو آتے ہی کر لی ہوتی۔ مگر قبل اس کے کہ میں اسے کھولوں میری لڑکی کے ہاتھ میں اور پھر اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اب یہ خط لکھنے بیٹھا تو مانگا ہے کہ ذرا دیکھ لوں، اس مسئلہ پر مزید کچھ ہوگا چنانچہ وہ خاص اسی پر نکلا۔ بہر حال اب پڑھوں گا۔ کچھ اتفاق ہے کہ یہ مسئلہ میری نگاہ میں ہمیشہ ہی بہت اہم یا کہئے کہ "کھٹکنے والا" رہا ہے۔ اگرچہ میں نہیں جانتا کہ کیوں اس پر کبھی لکھا لکھایا بالکل نہیں! پھر جب سے اس سرزمین فرنگ میں آگیا ہوں، جہاں سے ہمارے معاشروں میں اس مرض کے جراثیم برآمد ہوئے اور ہم غذا پا رہے ہیں، تب سے جو حالت اپنے لوگوں (خواتین و حضرات دونوں) کی اس معاملے میں دیکھنے کو مل رہی ہے اس کے اثر سے تو اپنے احساس کا حال اور ہی کچھ ہو گیا ہے۔ اپنے یہاں میرے علم اور یادداشت کی حد تک اس کی غیر معمولی اہمیت سمجھنے اور ظاہر کرنے والے واحد بزرگ مولانا عبدالماجد دریاآبادی تھے سالہا انہیں غریق رحمت کرے ان کا "صدق" آپ بھی دیکھتے رہے ہوں گے اور یہ بات بھی شاید نوٹ کی گئی ہوگی۔ میرا پتہ اب بدل گیا ہے۔ دفتر کو ہدایت فرما دیں کہ آئندہ سے میرے نام کا میثاق اس نئے پتہ پر جایا کرے۔ فقط والسلام مخلص، عتیق الرحمٰن!

کتاب "خاتونِ خانہ" پر تبصرہ

ادارتی شذرات میں ایک کتاب پر تبصرہ قارئین میثاق کو بالکل انوکھی بات معلوم ہوگی۔ لیکن چونکہ اس وقت یہ موضوع کہ اسلام میں عورت کا اصل مقام کیا ہے؛ وقت کا سب سے زیادہ زیرِ بحث موضوع ہے۔ لہٰذا اس پر ادارتی شذرات میں تبصرہ کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ اس موضوع پر اگرچہ اردو میں متعدد معرکۃ الآرا تصانیف موجود ہیں جیسے مثلاً مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور کی تصنیف 'پردہ' جو اس موضوع پر حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے یا مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہ کی تالیف "پاکستانی عورت دوراہے پر" وغیرہا۔ تاہم اس موضوع پر جو بھی تصنیف یا تالیف صحیح نقطۂ نظر کے ساتھ منصۂ شہود پر آئے غنیمت ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب کے متعلق یہ بات ہی کفایت کرے گی کہ اس کتاب کا تعارف جناب مولانا محمد یوسف اصلاحی مدیر ماہنامہ 'ذکریٰ' رام پور، انڈیا نے کرایا ہے اور اس کا دیباچہ اور پیش لفظ بالترتیب ڈاکٹر اسرار احمد اور جناب جسٹس ملک غلام علی (جج وفاقی شرعی عدالت اور سابق معاونِ خصوصی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) نے لکھا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے متعلق ان تینوں حضرات کے طویل اظہارِ رائے میں سے چند جملے نقل کر دیئے جائیں تاکہ قارئین کو اس

کی قدر و قیمت کا مزید اندازہ ہو سکے۔

مولانا محمد یوسف اصلاحی فرماتے ہیں: "ہمیں بجا طور پر امید ہے کہ اس مسئلے سے (مراد ہے یہ مسئلہ کہ اسلام میں عورت کا اصل مقام کیا ہے؟) دلچسپی رکھنے والے کتاب کو شوق اور توجہ سے پڑھیں گے اور یہ کتاب ان میں یہ تحریک پیدا کرے گی کہ دورِ حاضر کے تقاضوں اور حالات کو پیشِ نظر رکھ کر قرآن و سنت اور دورِ سعادت کے عمل و تاریخ کی روشنی میں اس مسئلہ کے عملی حل کے لئے کاوش کریں گے۔ یہ ملت کی ضرورت بھی ہے اور باشعور اہلِ علم و فکر کی اہم ذمہ داری بھی"۔

ڈاکٹر اسرار احمد رقم طراز ہیں: "زیرِ نظر کتاب میں پردے کی حمایت اور بے پردگی کی مخالفت میں جو سائنسی اندازِ بحث اختیار کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ خاصی ندرت کا حامل ہے۔ مصنف نے برطانیہ، امریکہ و دیگر یورپی ممالک کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے بڑی کاوش اور تحقیق کے بعد اپنے موضوع کی حمایت میں تازہ ترین حقائق و کوائف اور اعداد و شمار جمع کئے ہیں۔ پھر کچھ نئے مسائل جو حال ہی میں پیدا ہوئے ہیں، ان پر پہلی مرتبہ اس کتاب میں قلم اٹھایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں "پردہ" اور "خالص گرہستی خاتون" کے بارے میں بعض "جدید اعتراضات" کا جواب بھی دیا گیا ہے..... ..... میرے نزدیک یہ کتاب وقت کے ایک اہم تقاضے کو پورا کرتی ہے اور اپنے موضوع پر ایک قابلِ قدر اضافہ ہے"۔

جسٹس ملک غلام علی تحریر فرماتے ہیں: "مظہر علی صاحب اگرچہ کوئی بڑے عالم، مفکر یا انشاء پرداز نہیں ہیں، لیکن ان کے جس وصف کی میں بطورِ خاص قدر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ عرفِ عام میں جدید طبقے کا ایک فرد ہونے کے باوجود ان کا ذہن مغربی تہذیب کے افکار و اطوار سے مرعوب و مفتوح نہیں ہو سکا اور مغرب کے تمدنی نظریات پر تنقیدی نظر ڈالنے کے بعد وہ اسلام کے قوانین و احکام کا معذرت خواہانہ لہجہ اختیار کئے بغیر پوری جرأت اور اعتماد کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ایک سچے مسلمان کی یہی شان ہے کہ زندگی کے ہر گوشے میں اسلامی تعلیمات پر اس کا ایمان راسخ اور ایقان غیر متزلزل ہو۔ وہ حتی الوسع خود ان پر کاربند ہو اور دوسروں کو بھی اس کی جانب دعوت دیتا رہے"[1]۔

---

[1] کتاب کے مصنف الاستاذ مظہر علی ادیب ہیں۔ زیرِ نظر کتاب تیسرا ایڈیشن ہے۔ $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۱۲۸ صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہے۔ سفید کاغذ عمدہ، کتابت معیاری، طباعت دیدہ زیب ہے۔ قیمت آٹھ روپے پچھتر پیسے ہے جو ضخامت کے پیشِ نظر کسی قدر زائد معلوم ہوتی ہے۔ کتاب مکتبہ "السفیر" قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے۔

"الھُدیٰ"

ڈاکٹر صاحب کے خلاف اِس وقت اخبارات میں جو مہم چل رہی ہے - اُس میں زیادہ تر وہ اخبارات حصّہ لے رہے ہیں جو پریس ٹرسٹ کے زیرِاہتمام شائع ہوتے ہیں یا جن کے متعلق یہ بات مشہور و معروف ہے کہ وہ اقتدارِ وقت کے چشم و ابرو اور عندیہ کے نہایت ہی قیافہ شناس بھی ہوتے ہیں اور اُس کے خوشنودی کے طالب بھی - اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ہوسکتا ہے ارباب حل و عقد کی جانب سے ڈاکٹر صاحب کے ٹی وی پروگرام "الھُدیٰ" کو اگلی سہ ماہی سے بند کرنے کی راہ ہموار کرنے کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہو اور اس کی پشت پر یہ بات کارفرما ہو کہ ڈاکٹر صاحب کے خیالات و نظریات کی جو موصوف خطاباتِ جمعہ میں قرآن و سُنّت کی روشنی میں بیان کرتے رہتے ہیں مسخ شدہ اور غلط سلط اخباری رپورٹنگ کو بنیاد بنا کر اور ڈاکٹر صاحب کی ان باتوں کو خلافِ واقعہ معنی پہنا کر اور ان کی من مانی تاویلات کر کے ادارتی اور فکاہی کالموں میں تشہیر کی جائے اور اس طرح ڈاکٹر صاحب کے متعلق عوام و خواص میں سوءِ ظن پیدا کرنے کی کوشش کی جائے -

"الھُدیٰ" کو جاری رکھنے یا بند کرنے کے فیصلے کا تعلق بالکلیہ اربابِ اقتدار سے ہے چونکہ قوّتِ نافذہ اُسی کے ہاتھ میں ہے - البتہ خالصتًا نصح و خیرخواہی کے جذبے کے تحت اس طبقے کی خدمت میں گذارش ہے کہ "الھُدیٰ" کو بند کرنے کا فیصلہ انتہائی غیر دانشمندانہ ہی نہیں ٹی وی دیکھنے والے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو دنیا کے سب سے بڑے خیر سے محروم کرنے کا مترادف بھی ہوگا - ان غیر مسلموں سے صرف پاکستانی، غیر مسلم ہی مراد نہیں ہیں بلکہ واہگہ کی سرحد کے پار بھارت کے صوبہ پنجاب کے غیر مسلم بھی مراد ہیں - جس کی شہادت پاکستان آنے والے ایک سکھ یاتری ان الفاظ میں دے چکے ہیں کہ "بھارتی صوبہ پنجاب میں پاکستان کے ممتاز عالم دین ڈاکٹر اسرار صاحب کے پروگرام "الھُدیٰ" کو بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے - انہوں نے (مُراد سکھ یاتری ہیں) کہا کہ یہ پروگرام نہایت مفید ہے اور ڈاکٹر صاحب قرآنی آیات کی تشریح جس عالمانہ انداز میں کرتے

ہیں اس سے طلبہ کو انتہائی فائدہ پہنچتا ہے"۔ یہ پوری خبر روز نامہ جنگ کی ۲۳؍ مئی کی اشاعت میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ باتڑی کوئی عام قسم کے شخص نہیں تھے۔ بلکہ گورنمنٹ کالج لدھیانہ کے ایم اے کے طالب علم ہیں۔ اور انکا نام گوروندر سنگھ باجوہ ہے۔ اس بات کا ذکر مذکورہ بالا روز نامہ جنگ کی خبر میں موجود ہے حسن اتفاق سے ہمیں ان کے لاہور کے قیام کے دوران انکا پتہ مل گیا تھا۔ لہٰذا ان سے رابطہ قائم کیا گیا اور انہیں قرآن اکیڈمی میں مدعو کیا گیا۔ چنانچہ وہ تشریف لائے اور جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور جناب قاضی عبدالقادر صاحب (رفیق تنظیم اسلامی) سے ملاقات کی۔ اور نہ صرف یہ کہ جنگ میں شائع شدہ خبر کی تصدیق و توثیق کی بلکہ "الہدیٰ" پروگرام کے متعلق نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا اور ڈاکٹر صاحب کے دلنشین و پر تاثیر اسلوب بیان کی تحسین کی۔ (ان کا ڈاک کا پتا ہمارے پاس موجود ہے) روز نامہ جنگ میں اس سکھ باتڑی کے تاثر کی خبر پر پشاور کے مشہور روز نامہ الفلاح کے چیف ایڈیٹر، کہنہ مشق صحافی اور مشہور عالم دین جناب سید عبداللہ شاہ صاحب نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا۔ کہ "اب اس کے متعلق قارئین کرام خود فیصلہ کریں۔ کہ (ارباب اقتدار) چند مغرب زدہ اور اسلام سے بیزار خواتین کے الزام پر عمل پیرا ہوں۔ یا بھارت کے مسلمانوں اور غیر مسلم طالب علموں کی جماعت کو قابل احترام سمجھیں۔ میں خود خدا کے فضل سے حافظ قرآن ہوں اور تفسیر و احادیث کا عالم ہوں۔ فقہ کا مدرس رہا ہوں۔ میں خاص اہتمام سے "الہدیٰ" کا پروگرام سنتا ہوں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ جنرل محمد ضیاء الحق کے اسلامی دور میں قرآن مجید کی عام فہم تفسیر کا واحد ذریعہ ہے جو عوام کے دلوں میں رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کیلئے مؤثر ذریعہ ہے جب گھروں میں بڑے بچے اور طالب علم سنتے ہیں۔ دوسرا اس قسم کا کوئی بہتر ذریعہ نہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو اللہ تعالےٰ نے سحر بیانی کا شرف بخشا ہے اور جب اس پروگرام کی افادیت بھارت میں بھی واضح ہو چکی ہے۔ تو پاکستانی قوم تو خوش بخت ہے کہ اسے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جیسا مبارک عالم دین اور خوش بیان جو حق پرست ہے اور جو کچھ کہتا ہے۔

وہ قرآنی احکام کے عین مطابق ہے - اور ایسے نڈر، بے خوف اور بے لالچ عالم کی اشد ضرورت ہے - جو اقتدار کو بھی ٹھکرا دے - اور اپنے اسلامی اور قرآنی اصول پر ڈٹا رہے -"

ملک میں مٹھی بھر اباحیت پسند اور مراعات یافتہ طبقے کے علاوہ ملک کے کروڑوں ٹی وی دیکھنے والے اس پروگرام کے مدّاح ہیں - ڈاکٹر صاحب نے اس پروگرام میں کبھی کسی مختلف فیہ مسئلہ پر اظہارِ خیال کیا ہی نہیں - عام طور پر یہ غلط فہمی راہ پا گئی ہے کہ "پردے" کے مسئلے پر ڈاکٹر صاحب نے کسی ٹی وی پروگرام میں اظہارِ رائے کیا تھا - یہ بات صحیح نہیں ہے - اس مسئلہ پر تو ڈاکٹر صاحب کے اخبار میں شائع شدہ ایک انٹرویو میں شامل چند جملوں نے طوفان بدتمیزی کھڑا کیا تھا۔ ہمارے معاشرے میں ایک نہیں بلکہ بے شمار دینی و اخلاقی اعتبارات سے خرابیاں اور برائیاں موجود ہیں - ان کا اصل سبب ہمارے ایمان کا اضمحلال ہے - ڈاکٹر صاحب "الہدیٰ" کے ٹی وی پروگرام میں دراصل قرآن حکیم کے ذریعے مسلم معاشرے میں ایمان کی شمع فروزاں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں چونکہ درحقیقت کشتِ دل میں ایمان ہی کی تخم ریزی سے اعمال صالح کے برگ و بار پیدا ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب "الہدیٰ" کے اس پروگرام میں جو منتخب قرآنی نصاب پیش فرما رہے ہیں، اس کی اساس "سورۃ العصر" ہے - اس سورہ مبارکہ میں فلاح دنیوی اور نجاتِ اُخروی کے لئے اللہ تعالیٰ نے چار ناگزیر شرائط بیان فرمائی ہیں - ایمان - اعمالِ صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر - سورۃ حجرات کے اختتام پر پہلے دو لوازم فلاح و نجات ایمان اور عمل صالح کا بیان مکمل ہوگا۔ یعنی نصاب کا نصف اول پایۂ تکمیل کو پہنچے گا - تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا بیان باقی رہ جائے گا - واقعہ یہ ہے کہ ہم مسلمان اِلّا ماشاء اللہ اس بات کو نظر انداز کر چکے ہیں کہ تواصی بالحق یعنی امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دعوت الی اللہ اور اقامت دین کی جدوجہد اور اس راہ میں مصائب و شدائد کو برداشت کرنا بھی شرائط فلاح و نجات میں شامل ہیں - اس موقع پر اگر ٹی وی والوں نے یہ پروگرام بند کر دیا جیسا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے تو واقعہ یہ ہے کہ یہ اس بات

کا ایک TEST ہو گا کہ موجودہ صاحب اقتدار گروہ اس دعویٰ میں کتنا مخلص ہے کہ وہ اس ملک میں اسلامی نظام کو فی الواقع نافذ کرنے کا متمنی ہے جبکہ سب سے مؤثر ذریعہ ابلاغ ٹی وی میں اصلاح معاشرہ کے سب سے مؤثر پروگرام 'الہدیٰ' کو بند کرنے کا فیصلہ کیا جائے۔

کہا جا سکتا ہے اور یقیناً کہا جائے گا کہ "الہدیٰ" نہ سہی بہر حال قرآن فہمی کے دوسرے پروگرام اس کی جگہ جاری کئے جائیں گے اور ڈاکٹر اسرار احمد کی جگہ دوسرے علمائے کرام اس کام کو انجام دیں گے۔ مطلب تو قرآنی تعلیمات سے ہے۔ بات اپنی جگہ صحیح ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مقبول اور مؤثر ترین پروگرام کی COST پر ہی دوسرے پروگرام کیوں شروع ہوں! اصلاح معاشرے کا صحیح نہج پر کام انجام دینا ہے تو بلاشبہ فہم قرآنی کے لئے اور بھی پروگرام جاری ہونے چاہئیں اور جاری رہنے چاہئیں۔ ملک کے دوسرے علمائے کرام کو بھی اس میں حصہ لینے کی دعوت دینی چاہیئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی 'الہدیٰ' جس کے تقریباً ۱۲ اسباق باقی رہ گئے ہیں اس کو تو مکمل ہو جانا چاہیئے۔ اس کے ساتھ آخر قرآن فہمی کے دوسرے پروگرام کیوں نہیں چل سکتے۔ پھر ہر عالم کا افہام تفہیم کا اپنا انداز ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک پُر تاثیر اسلوب اور ایک دِل نشین انداز بیان سے نوازا ہے۔ ساتھ ہی وہ علوم قدیمہ (قرآن و سنّت) اور علوم جدیدہ (سائنس و فلسفہ) دونوں میں درک رکھتے ہیں لہٰذا ان کا درس افادیت کے لحاظ سے نہایت ہی ضروری ہے۔ منتخب نصاب کی تکمیل کے بعد اگر یہ پروگرام بند کر دیا جائے تو اس میں معقولیت بھی ہے اور اس کا ایک جواز بھی ـــ لیکن عین وسط میں پروگرام کو بند کرنے کا مطلب ہو گا کہ ارباب حل و عقد نے مراعات یافتہ اور اباحیت پسند طبقہ بالخصوص مغرب زدہ خواتین کی خوشنودی کو جو انتہائی قلیل التعداد ہوتے ہوئے بھی بااثر ہے پیش نظر رکھا ہے اور در اصل اس ملک میں شروع ہی سے یہی طبقہ نظام اسلام کی راہ کا سب سے بھاری پتھر بنا ہوا ہے۔ اب بھی اس راہ کا سنگ گراں یہی طبقہ ہے اس کی خاطر و مدارت کے لئے 'الہدیٰ' جیسا مفید پروگرام بند کرنے کا

فیصلہ کیا جا سکتا ہے تو یہاں اسلامی نظام کے قیام کے زبانی و کلامی دعووں کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

امیر محترم کے دعوتی دورے

فروری ۸۲ء کے میثاق میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دعوتی دوروں کی روداد شائع ہوئی تھی۔ صورت حال یہ ہے کہ ماہ دسمبر ۸۱ء سے جو دعوتی دوروں کا سلسلہ شروع ہوا ہے تو اس میں کمی ہونے کے بجائے اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ ان سات ماہ میں صرف جمعہ اور ہفتہ تو دو ایسے دن ڈاکٹر صاحب نکال پاتے ہیں کہ جن میں لاہور میں قیام ہوتا ہے جہاں جمعہ کو مسجد دارالسلام اور قرآن اکیڈمی میں تقریر و درس قرآن کی مصروفیت رہتی ہے ان ہی دنوں میں چند دوسرے ہنگامی نوعیت کے تقریر یا درس کے پروگرام بھی بن جایا کرتے ہیں۔ ورنہ دوسرے تمام ہی دن باہر کے دوروں میں گزرتے ہیں۔ ارادہ تھا کہ اس ماہ ان دوروں کی مختصر لیکن جامع روداد پیش کی جائے۔ لیکن نہ طبیعت اس کی اجازت دیتی ہے اور نہ ہی میثاق کے محدود صفحات اس کے متحمل ہو سکتے ہیں البتہ کراچی کے دو حالیہ دوروں کا ذکر کئے بغیر نہیں رہا جا رہا۔

۳۱ مئی کو مسجد نعمانیہ واقع نرسری، پی ای سی ایچ ایس میں بعد نماز مغرب ایک بڑے اجتماع میں ڈاکٹر صاحب نے تنظیم اسلامی کی دعوت پیش کی اور یکم جون کو بعد نماز عشاء محمدی مسجد بلاک ۷، افیڈرل بی ایریا میں "اسلام میں عورت کا مقام" کے موضوع پر خطاب کیا۔ آخر الذکر اجتماع راقم کے خیال میں حاضری کے لحاظ سے تمام پچھلے اجتماعات سے سبقت لے گیا تھا۔ رات کو سوا دو گھنٹے کے قریب ڈاکٹر صاحب کی تقریر جاری رہی۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور مسجد کے تین اطراف کی سڑکوں پر دریوں کے فرش پر لا تعداد لوگ فروکش تھے۔ خواتین بھی نہایت کثیر تعداد میں شریک تھیں۔ جن کی نشست کا علیحدہ انتظام تھا۔

۱۹ جون کو ڈاکٹر صاحب دس روز کے بلتستان کے دورے سے لاہور واپس تشریف لائے۔ ۲۱ جون کو عصر کی نماز کے بعد کا وقت ڈاکٹر صاحب نے "فاران کلب" کراچی کو دے رکھا تھا چنانچہ ۲۰ جون کی شب ہی کو ڈاکٹر صاحب کراچی کے لئے

عازم سفر ہو گئے - جہاں ۲۲ رجون کی دو پہر تک ڈاکٹر صاحب کا قیام رہا- فاران کلب نے "قرآن مجید: الہدیٰ" کے موضوع پر ہوٹل میٹروپول کے وسیع ہال میں ڈاکٹر صاحب کے خطاب کا انتظام کیا تھا - حاضری کا یہ عالم تھا کہ ہال کھچا کھچ بھر گیا تھا - اضافی کرسیاں دروازوں کے ساتھ ڈالی گئی تھیں - پھر بھی لا تعداد حضرات کو نشست کے لئے جگہ نہ مل سکی اور انہوں نے کھڑے ہو کر تقریر سنی - مغرب کی نماز سے قبل تقریباً پون گھنٹہ اور مغرب کی نماز کے بعد تقریباً پونے دو گھنٹے یہ خطاب جاری رہا - راقم کی دلی تمنا ہے کہ یہ خطاب کیسٹ سے منتقل کر کے ایک مستقل کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے - دیکھئے کہ اللہ اس تمنا کے بر آنے کے اسباب کب پیدا فرماتا ہے - اس روز کراچی میں گرمی خاص طور حبس پورے شباب پر تھا - لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ مجمع آخر تک پورے ذوق وشوق سے جما رہا- خود فاران کلب کے عہدیداران کا کہنا یہ تھا کہ کلب کی تاریخ میں کسی اجتماع میں نہ اتنی حاضری کبھی ہوئی اور نہ اس ذوق وانہماک سے کسی کی اس سے قبل تقریر سنی گئی ——
ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم -
اس مختصر قیام میں بھی ڈاکٹر صاحب کا وقت انتہائی مصروف گزرا- متعدد حضرات سے ملاقاتیں اور تبادلہ خیال ہوا - جن میں جناب مولانا ظفر احمد انصاری (رکن اسلامی نظریاتی کونسل)، مولانا فضل الرحمٰن جعفری (مشہور صحافی) محمد شریف کھوکھر (نومسلم)، وہاب صدیقی (ایڈیٹر MAG) خاص طور پر قابل ذکر ہیں - ان اصحاب کے علاوہ بھی متعدد اصحاب تبادلہ خیالات کے لئے تشریف لاتے رہے -

فروری سے جون ۸۲ء تک ڈاکٹر صاحب کے خان پور، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، ملتان، کوئٹہ، اسلام آباد، راولپنڈی، ٹیکسلا، حویلیاں اور بلتستان کے دعوتی دورے ہوئے - ان میں سے کوئٹہ کے دعوتی دورے کی روداد رفیق محترم قاضی عبدالقادر صاحب قیم تنظیم اسلامی کے قلم سے ان شاء اللہ اس شمارے میں قارئین کی نظر سے گزرے گی - راقم کی خواہش ہے کہ کم از کم ڈیرہ اسماعیل خان اور بلتستان کی بھی روداد میثاق کے صفحات میں شائع ہو کر قارئین کی نظر سے گزرے - اللہ کو منظور ہوا اور اس کی توفیق شامل حال رہی تو یہ روداد آئندہ شامل کرینگے

پوری کوشش کیجائیگی - ہم اللہ تعالےٰ کے اس فضل اور اس کی اس نصرت پر اسکی بارہ گاہ میں سجدۂ شکر پیش کرتے ہیں کہ الحمدللہ دعوت رجوع الی القرآن اور تحریک تجدید ایمان - توبہ - تجدید عہد ایک فطری تدریج سے آگے بڑھ رہی ہے اور بلتستان جیسے پاکستان کے دور افتادہ اور دشوار گذار علاقے تک پہنچ گئی ہے - ذٰلك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء -

حکمت قرآن عرصے سے خیال تھا کہ ماہنامہ میثاق کو تو خالص تحریکی اور تنظیمی آرگن کی حیثیت دیجائے اور خالص دینی علمی موضوعات کے لئے ایک دوسرے ماہنامے کا اجراء عمل میں لایا جائے - اللہ تعالیٰ کی مشیّت کاملہ میں ہر کام کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے چنانچہ ۵ فروری ۸۲ء کو ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم و مغفور کے جاری کردہ ماہنامہ "حکمت قرآن" کا ڈیکلریشن ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے نام منتقل ہوگیا - اب ان شاءاللہ "میثاق" تنظیم اسلامی اور "حکمت قرآن" مرکزی انجمن خدام القرآن کے ترجمان کی حیثیت سے شائع ہوا کریں گے - ہمارے لئے یہ انتہائی مسرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر ابصار احمد (ایم اے، ایم فل، پی، ایچ، ڈی) اعزازی ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی نے 'حکمت قرآن' کی ادارت بھی اعزازی طور پر قبول فرمالی ہے - اور میرے رفیق کار میاں عاکف سعید سلمہٗ (ایم اے فلسفہ) کے حصے میں ڈاکٹر ابصار احمد صاحب کی معاونت بھی آئی ہے - "حکمت قرآن" کا جون کا شمارہ "ماہنامہ میثاق" کے تمام مستقل خریداروں کی خدمت میں بطور نمونہ ارسال کیا گیا ہے - ہمیں توقع ہے کہ 'میثاق' کے تمام قارئین 'حکمت قرآن' کی سرپرستی بھی قبول فرماکر 'تعاون علی البر' کا فریضہ انجام دیں گے - ان شاء اللہ العزیز !

کچھ اپنے متعلق راقم کو اینجائنا (ANGINA) کی شکایت ۱۹۷۶ء میں ہوئی تھی - جس کے بعد سے راقم ملک کے ماہر امراض قلب ڈاکٹر سید اسلم (ڈائریکٹر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیو ویسکولر ڈیزیز کراچی) کے زیر علاج رہا ہے - امسال لاہور میں موسم گرما کی آمد کے ساتھ طبیعت کافی گری گری رہتی تھی لیکن بفضلہ تعالےٰ پورے انہماک سے کام ہوتا رہا -

تصریحات و توضیحات

ڈاکٹر اسرار احمد کے بعض خطوط اور بیانات

مرتبہ : عاکف سعید

(۱)

بخدمت جنرل محمد ضیاء الحق، صدر پاکستان

'ستارۂ امتیاز' کا شکریہ اور 'الہدیٰ' کے ضمن میں پیشکش!

گذشتہ سال جب صدر پاکستان نے والدِ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو 'ستارۂ امتیاز' عطا فرمایا تو جواباً شکریے کا جو خط انہوں نے صدر صاحب کو ارسال کیا وہ مِن وعَن درجِ ذیل کیا جا رہا ہے۔ اس میں ضمناً 'الہدیٰ' کے وقت میں اضافے کی تجویز اور ساتھ ہی اس پورے کام کو بلا معاوضہ کرنے کی پیشکش بھی تھی — اوائل مئی ۸۲ء میں جب والدِ محترم نے صدر صاحب سے گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں ملاقات کی اور وفاقی کونسل (عرف مجلسِ شوریٰ) سے مستعفی ہونے کی اجازت طلب کی تو ساتھ ہی اس خط کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بھی ان کی خدمت میں 'كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ' کے مصداق پیش کی۔ صدر صاحب نے اُسی مجلس میں خط کو پڑھ کر فرمایا کہ یہ خط اس سے قبل میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اب صدر ضیاء الحق صاحب کی ڈاک بھی غالباً کئی چھلنیوں میں سے چھن کر ہی ان تک پہنچ پاتی ہے۔ واللہ اعلم!! (مُرتّب)

۳۱ر اگست ۸۱ء

محترم ومکرم جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب بالقابہٗ

چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر وصدرِ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔

آپ نے اس ناچیز کو 'ستارۂ امتیاز' عطا فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ آپ کی ذرّہ نوازی ہے۔ ورنہ "من آنم کہ من دانم!!" خصوصًا عالمِ دین ہونے کا تو میں سرے سے مدّعی ہی نہیں ہوں۔ میری اصل حیثیت قرآنِ حکیم کے ایک ادنیٰ طالبِ علم کی ہے اور زیادہ سے زیادہ حیثیت اس کے ایک خادم کی — اسے میں "زیادہ سے زیادہ" اس لئے قرار دے رہا ہوں کہ میرے نزدیک واقعۃً اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی بندے کا سب سے بڑا اعزاز واکرام یہی ہے کہ وہ اُسے اپنی کتابِ عزیز کی خدمت کی توفیق عطا فرمادے — اس لئے کہ اس میں ایک ادنیٰ سی مناسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس شانِ جلالت نشان سے قائم ہوجاتی ہے جو سُورۃ قصص کی آیت ۸۵ میں وارد شدہ الفاظِ مبارکہ "اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ" میں بیان ہوئی ہے۔

بہرحال یہ سراسر اُسی کا احسان ہے کہ اس بندۂ ناچیز کو اسی نے اس خدمت کے لئے قبول فرمالیا۔ ؎

منّت منہ کہ خدمت سلطان همی کنی   منّت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت

میرے دل میں آپ کے اس 'عطیہ' پر آپ کی قدرومنزلت میں خصوصی اضافہ اس لئے بھی ہوا کہ میرا رویّہ آپ کے لئے ہمیشہ چاپلوسی اور خوشامد کے بالکل برعکس تنقید وتنبیہ کا رہا، جس میں کبھی کبھی میں نے خود بھی محسوس کیا کہ قدرے تندی اور تیزی بھی آئی — اس سب کے باوصف اگر آپ میرا اعزاز واکرام فرمارہے ہیں تو یقینًا یہ آپ کی عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کی دلیل ہے۔

اس موقع پر میں دو باتیں گوش گذار کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:-

ایک یہ کہ "الہدیٰ" کا ٹی وی پروگرام بفضلہ تعالیٰ جس قدر مقبول ہوا ہے اس کا اندازہ آپکو یقیناً ہوگا - کیا آپ اس کے باوجود اس کے وقت میں اضافے کی ہدایات جاری نہ فرمائیں گے؟ فی الوقت ٹی وی والے مجھے اپنی طے شدہ شرح پہ معاوضہ دے رہے ہیں اور وہ میں قبول بھی کر رہا ہوں، لیکن میری پیشکش پہلے تھی اور اب بھی ہے کہ میں یہ خدمت بالکل بلامعاوضہ کرنے کے لئے تیار ہوں --- لیکن اس کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ ہونا چاہیئے - جس میں چالیس ۴۰ پینتالیس ۴۵ منٹ کا بیان ہو - اور پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ منٹ کے سوال وجواب -

میری رائے میں آپ آخری انسان ہوسکتے ہیں جسے یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہو کہ اسلام کے نفاذ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ لوگوں کے "دل و نگاہ" کو "مسلمان" بنایا جائے اور اس کے لئے ظاہر ہے کہ فہم قرآن سے زیادہ مؤثر چیز کوئی نہیں ہوسکتی -!! لہٰذا آپ اس معاملہ پر غور فرمائیں اور ضروری احکام صادر فرمائیں -

دوسرے یہ کہ میں اگرچہ ایک خالص غیر سیاسی انسان ہوں تاہم اندرونِ ملک اور وطنِ عزیز کے گرد و پیش کے حالات کے بارے میں غور و فکر ضرور کرتا ہوں - ملک کے اندرونی مسائل کے بارے میں میں نے ایک مشورہ خالصتہً نصح و خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ گذشتہ سال علماء کنونشن سے متصلاً قبل منعقد ہونے والی مشاورت کے موقع پر چند منٹ کی نجی گفتگو میں دیا تھا --- اور اب ایک بات خارجہ پالیسی کے ضمن میں گوش گذار کرنا چاہتا ہوں، جس کے لئے بالکل علیحدگی میں اطمینان کے ساتھ ایک ملاقات کا خواہش مند ہوں --- اگر ممکن ہو تو اس کے لئے جلد از جلد طلبی کا پروانہ جاری فرمادیں -

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ - فقط والسلام مع الاکرام

خاکسار :-

اسرار احمد عفی عنہٗ

(۲)

بنام میاں طفیل محمد امیر (کالعدم) جماعت اسلامی پاکستان

مسئلہ خواتین' اور 'الہدیٰ' کے ضمن میں تائید کا شکریہ

اور دعوت اتحاد' پر 'تعاون علی البر' کی پیشکش!

محترمی و مکرمی میاں صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'!
مزاج گرامی!

مسلمان معاشرے میں خواتین کے فرائض اور دائرہ کار کے بارے میں میری ایک رائے کے خلاف جو مظاہرہ کراچی کی کچھ مغرب زدہ خواتین کی جانب سے ہوا تھا اس پر آپ کا جو مومنانہ ردّعمل سامنے آیا اور میرے ٹی وی پروگرام 'الہدیٰ' کو جاری رکھنے کا جو پرزور مطالبہ آپ نے کیا اس پر میری جانب سے ہدیۂ تشکر قیم تنظیم اسلامی قاضی عبدالقادر صاحب نے آپ کو پہنچا دیا تھا اور اس پر آپ کا جواب بھی جناب اسلم سلیمی صاحب کی وساطت سے مجھے مل گیا تھا۔ یعنی یہ کہ آپ نے جو کچھ کیا نصح دینی کے جذبے کے تحت اور اپنا فرض سمجھ کر کیا جس پر کسی شکریے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔ میرے نزدیک یہ بھی آپ کے خلوص و اخلاص ہی کا مظہر ہے! (حال ہی میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے ایک بزرگ رفیق کار شیخ جمیل الرحمٰن صاحب نے بھی آپ کو شکریے کا خط لکھا تھا اور ان کے نام جوابی خط میں بھی آپ نے ان ہی جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔

اس وقت ملک میں خواتین کو مردوں کے "شانہ بشانہ" لانے کا جو عمل اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ اور ملکی قوانین خصوصاً عدالتی نظام کو 'اسلامیانے' کے 'شانہ بشانہ' جاری ہے میرے خیال میں اسی پر زیادہ سنجیدگی سے غور کرنے

کی ضرورت ہے بالخصوص اس تازہ خبر کا نوٹس ضرور لیا جانا چاہیئے کہ خواتین کو تمام یونین کونسلوں کی سطح پر نمائندگی ملے گی - اور اس طرح ایک اخباری اندازے کے مطابق سیاسی میدان میں فعّال خواتین کی تعداد ایک دم دس گنا ہو جائے گی -

میرے اس عریضے کی تحریر کا اصل محرّک آپ کی اُس تقریر کی اخباری رپورٹ ہے جو آپ نے پچھلے دنوں لاہور میں 'تعلیم القرآن کانفرنس' میں کی تھی جس میں اس اخباری اطلاع کے مطابق آپنے جملہ مسلمانانِ پاکستان کو دعوت دی تھی کہ وہ اسلام اور قرآن کی اساس پر متحد ہو جائیں — اس ضمن میں مَیں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ اخباری اطلاع درست ہے تو آپ کے پاس اس 'اتحاد' کیلئے تفصیلی پروگرام کیا ہے؟ اور آیا اس سے مراد (کالعدم) جماعتِ اسلامی میں شمولیت کی دعوت ہے یا یہ کسی وسیع تر دینی اتحاد کی پیشکش ہے؟ اور اگر یہ وسیع تر دینی اتحاد کی دعوت ہے تو بالفرض اگر مَیں آپ کی اس پکار پر لبیک کہوں تو ایک طرف مجھے کیا تقاضے پورے کرنے ہوں گے اور آپ کی مجھ سے توقعات کیا ہوں گی، اور دوسری طرف اس مجوزہ "تعاون علی البرّ والتقویٰ" کے ضمن میں اشتراکِ عمل کے لئے کونسا میدان کار آپ کے سامنے ہے؟

مَیں چونکہ یہ سوال محض سرسری' یا برسبیلِ شغل نہیں کر رہا ہوں بلکہ اس میں پوری طرح سنجیدہ ہوں لہٰذا — اس کے باوصف کہ میرا گمان ہے کہ تحریک اسلامی کے قائد ہونے کے ناطے آپ ان امور سے ناواقف نہیں ہوں گے — تاہم اپنے بارے میں چند وضاحتیں کئے دیتا ہوں :

ا - مولانا مودودی مرحوم و مغفور کے مجموعی دینی فکر میں دین کے باطنی عنصر (یعنی وہ Esoteric Element جو عام طور پر 'تصوّف' کے عنوان سے جانا پہچانا جاتا ہے) کی کمی کو شدّت کے ساتھ محسوس کرنے کے باوجود دین کا جو انقلابی اور تحریکی تصوّر انہوں نے پیش فرمایا اور خصوصاً فرائض دینی کی جو نشاندھی انہوں نے کی اُس کا مَیں نہ صرف یہ کہ پوری طرح قائل ہوں بلکہ اپنی بساط بھر اُس پر عامل بھی ہوں - فللہِ الحمد !!

۲ - جماعتِ اسلامی کی قبل از تقسیم ہند پالیسی کو مجموعی اعتبار سے میں آج بھی صحیح سمجھتا ہوں - البتہ جماعتِ اسلامی پاکستان کی بعد از تقسیم پالیسی کو میں صرف غلط ہی نہیں سابقہ مؤقف سے انحراف کا مظہر سمجھتا ہوں — اور اپنے مقدور بھر کوشش اس امر کی کر رہا ہوں کہ اُس سابقہ نہج پر ایک تحریک دوبارہ اٹھے - اور اگرچہ مَیں خوب جانتا ہوں کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے اور تحریکیں روز روز نہیں اٹھا کرتیں - لیکن اپنے شعورِ فرض کے مطابق کوشش کرتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کر دینے ہیں، میں کامیابی کی واحد صورت مضمر دیکھتا ہوں - لہٰذا جیسے تیسے کوشش میں لگا ہوا ہوں - تاکہ اور کچھ نہیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور "معذرت" تو پیش کر سکوں !

۳ - مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ثُلث صدی کی سیاسی جدّ و جہد کے حاصل اور دُو بار کے شدید مایوس کن اور تلخ تجربوں کے بعد اب جماعت کا مجموعی رُخ سیاست سے دعوت و تبلیغ کی طرف مڑ رہا ہے - لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اس تبدیلی میں انقلابی رنگ شعوری اور واضح طور پر اجاگر نہ ہوا تو یہ تبدیلی مفید نہیں بلکہ مُضر ہو گی - اور اُس انقلابی رنگ کو شعوری اور واضح طور پر از سرِ نو اجاگر کرنے کے لئے ناگزیر ہے کہ سابقہ غلطی کا واضح اور برملا اعتراف و اعلان ہو — اور یہی وہ اصل مشکل ہے جس کے حل کی کوئی امید نہیں، بقول اقبال ؏ "منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں!"

تاہم اس سب کے باوجود — اگر کسی وسیع تر دینی اتحاد اور اشتراکِ عمل کا کوئی واضح پروگرام آپ کے سامنے ہو تو ان شاءاللہ العزیز آپ مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس ضمن میں "اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" کی سی شان کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے پائیں گے !!

اُمید ہے کہ آپ جواب سے جلد نوازیں گے -

اگر آپ اس سلسلے میں مجھ سے کسی گفتگو یا تبادلہ خیال کی ضرورت محسوس فرمائیں تو بلا جھجک جب چاہیں طلب فرما لیں، میں بخوشی حاضر ہو جاؤں گا -

فقط والسّلام　　　　خاکسار : اسرار احمد عفی عنہ

میاں طفیل محمد صاحب کا جواب (بلاتبصرہ!)

محترمی و مکرمی ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ - گرامی نامہ ملا - یاد فرمائی کا شکریہ -
قطع نظر اس اخباری رپورٹ کے جس کا حوالہ آپ نے اپنے خط میں دیا ہے، تحریک اسلامی کے بنیادی نکات دعوت میں سے ایک نکتہ اُمّتِ مسلمہ کا اتحاد ہے اسی بنا پر ہم مسلمانانِ پاکستان کو بھی اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے ہیں اور اس کا مفہوم بالکل واضح ہے - اسلام کے بنیادی عقائد اور اصولی احکام متفق علیہ ہیں اس لئے سب کو انہی کو بنیاد بنا کر کام کرنا چاہیئے اور انہی پر زور دینا چاہیئے - فروعی اختلافات کو جائز حدود کے اندر رکھنا چاہیئے اور انہیں تفرقہ اور جدال کا سبب نہیں بننا چاہیئے - اگر اس بات پر اتفاق کر لیا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے تو وہ آویزش اور کشمکش جو آج مسلمانوں کے مختلف فرقوں، گروہوں اور جماعتوں کے مابین پائی جاتی ہے وہ "تعاون علی البرّ والتقویٰ" میں بدل سکتی ہے اور اقامتِ دین کی منزل جو ہر مسلمان کا مقصود ہونا چاہیئے بہت قریب آ سکتی ہے -

جہاں تک اشتراکِ عمل کا تعلق ہے اس کے لئے اس بنیادی اتفاق کے بعد طریق کار اور حکمت عملی کی یکسانی بھی درکار ہے - اب آپ خود ہی غور فرما لیں کہ تحریک یا جماعت اسلامی کے بارے میں جب آپ یہ فرماتے ہیں - "البتہ جماعت اسلامی پاکستان کی بعد از تقسیم پالیسی کو میں صرف غلط ہی نہیں سابقہ موقف سے انحراف کا مظہر سمجھتا ہوں -" — تو اس کے بعد اشتراکِ عمل کی کیا بنیاد باقی رہ جاتی ہے - ایسی صورت میں جب تک طریق کار اور حکمت عملی پر اتفاق نہ ہو جائے دین کے مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے اپنے طریق کار اور پالیسی کے مطابق اقامتِ دین کا مثبت کام کیا جائے اور کسی دوسرے کے کام کو پبلک پلیٹ فارم پر یا پریس میں ہدفِ ملامت و نکتہ چینی نہ بنایا جائے۔

والسلام - خاکسار (طفیل محمد)

(۳)

اخباری بیان بسلسلہ بیعت تنظیم اسلامی
واجرائے حدود و تعزیرات اسلامی

۷ رجون ۸۲ ء کے اخبارات میں لاہور کے تین معروف علماء کرام کی جانب سے تنظیم اسلامی میں شمولیت کے ضمن میں والدِ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے 'بیعت' کے بارے میں تنقیدی بیان شائع ہوا - والدِ محترم اس وقت دورۂ بلتستان کے لئے پا بر کاب تھے لہٰذا عجلت میں صرف مولانا سید حامد میاں (مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور، و خلیفۂ مجاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) کی خدمت میں حاضر ہو کر گفتگو کر سکے — نتیجۃً بحمداللہ مولانا سید حامد میاں مدظلہٗ نے اپنی رائے سے رجوع فرما لیا اور فوری طور پر ایک بیان اخبارات کے لئے جاری کر دیا جو حسب ذیل ہے :

توضیحی بیان مولانا سید حامد میاں

لاہور کے روزناموں کی اشاعت بابت ۷ رجون ۸۲ ء میں جو بیان میرے اور دو قابلِ احترام علمائے کرام کے نام سے شائع ہوا ہے اس کے ضمن میں یہ وضاحت مطلوب ہے کہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی بیعت کسی سیاسی مقصد کے لئے نہیں بلکہ ان ہی دینی مقاصد کے لئے ہے جو احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور سلف صالح سے ماثور و منقول ہیں - جیسے جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے دین کی نصرت و اقامت کے لئے اجتماعی سعی و جہد کے لئے بیعت - سلف سے بعض دوسری بیعتیں بھی ثابت ہیں جیسے حضرت جریر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اقامتِ صلوٰۃ و ایتائے زکوٰۃ اور ہر مسلمان کے ساتھ نصح و خیر خواہی پر بیعت کی - چونکہ

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تنظیمِ اسلامی میں شامل ہونے والے حضرات سے جو بیعت لے رہے ہیں وہ اسی نوعیت کی ہے لہٰذا اس پر شرعی حیثیت سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا - نفاذ حدودِ شرعیہ کے ضمن میں بھی میں نے ڈاکٹر صاحب سے وضاحت طلب کی ہے اور اُن کی وضاحت سے میرا اطمینان ہو گیا ہے - یہ وضاحت خود ڈاکٹر صاحب پریس کے حوالے کر دیں گے -

سیّد حامد میاں

۸ رجون ۸۲ ء

ساتھ ہی والدِ محترم نے بھی ایک وضاحتی بیان اخبارات کو جاری کر دیا جو درج ذیل کیا جا رہا ہے — لیکن " وَاِنْ تعجب فَعَجَبٌ قولھمْ" کا کامل مصداق ہے اخبارات کا یہ طرزِ عمل کہ والدِ محترم کا بیان تو قطع و برید اور اختصار کے ساتھ شائع کیا گیا اور مولانا سیّد حامد میاں مدظلہ کا بیان بھی نہایت غیر نمایاں انداز میں ضمنی طور پر شائع کیا گیا لیکن " علمائے ثلٰثہ" سے منسوب سابق بیان مزید آب و تاب کے ساتھ ۱۳ رجون کے اخبارات میں دوبارہ شائع کر دیا گیا - فیاللعجب ! اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ

؎ " کون معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں ! " (مرتب)

مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے لاہور کے تین معروف اور معزز علماء کرام کی جانب سے جو بیان میری بعض آراء کے بارے میں ۷ رجون کے اخبارات میں چھپا ہے - اُس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ نامکمل اخباری اطلاعات سے پیدا شدہ مغالطوں پر مبنی ہے - میں چونکہ بلتستان کے دورے کے لئے پابہ رکاب ہوں لہٰذا اس مختصر اخباری وضاحت پر اکتفا کر رہا ہوں - ورنہ میں اُن تمام حضرات کی خدمت میں خود حاضر ہو کر اپنے موقف کی وضاحت پیش کرتا -

جہاں تک بیعت کے مسئلے کا تعلق ہے تنظیمِ اسلامی میں شمولیت کی بیعت ہرگز سیاسی نوعیت کی نہیں ہے بلکہ خالص دینی بیعت ہے ، جو کتابِ الٰہی ، سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور سلفِ صالحین کے تعامل پر مبنی ہے اور جس کی واحد غرض یہ ہے کہ اللہ کے دین کی نشر و اشاعت اور

اصلاح معاشرہ کے ذریعے دینِ حق کے قیام کی جدوجہد یعنی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے لوگوں کو ایک تنظیم کی صورت میں جمع کیا جائے، بقول علامہ اقبال مرحوم ——— " سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را ! " اس جدوجہد کے سلسلے کی پہلی کڑی مجاہدہ مع النفس اور تقرب الی اللہ کی سعی ہے، جس کے لئے بیعتِ اصلاح وارشاد کا سلسلہ اُمّت میں خلافت راشدہ کے خاتمے کے بعد سے شروع ہو کر آج تک جاری ہے۔ تنظیم اسلامی کی بیعت اس سلسلے کی دوسری کڑی ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس ضمن میں تنظیم اسلامی کے قواعد و ضوابط پر مشتمل کتابچے میں مفصّل تشریحات موجود ہیں۔

جہاں تک حدودِ الٰہی کے نفاذ کے ضمن میں میرے اس قول کا تعلق ہے کہ ستر و حجاب کے احکام کو نافذ کئے بغیر جنسی جرائم کی اسلامی سزائیں نافذ کرنا خود شریعت پر بھی ظلم ہے اور لوگوں پر بھی، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں نفاذِ حدودِ الٰہی کی مخالفت کر رہا ہوں۔ بلکہ اس سے میرا مقصد اس امر پر زور دینا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ ستر اور حجاب کے اسلامی احکام بھی فوری طور پر نافذ کئے جائیں۔ ورنہ یہ وہی معاملہ ہو گا جو سورۃ بقرہ کی آیت ۸۵ میں وارد ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے : " تو کیا تم کتاب الٰہی کے بعض حصوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے۔ تو تم میں سے جو کوئی یہ طرزِ عمل اختیار کرے گا اُس کی سزا اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اُسے دُنیا میں ذلیل و خوار کر دیا جائے اور آخرت میں شدید ترین عذاب کے حوالے کر دیا جائے۔ " اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ اس ضمن میں یہ مغالطہ بھی پایا جاتا ہے کہ شاید میں شریعت کے تدریجی نفاذ کا قائل ہوں۔ اصل صورت اس کے بالکل برعکس ہے۔ میری پختہ رائے، جس کا میں بارہا تحریر و تقریر میں اظہار کر چکا ہوں، یہ ہے کہ یہ تدریجی نفاذ کا معاملہ نہ صرف یہ کہ مطلوبہ نتائج پیدا نہ کر سکے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ اُلٹے نتائج پیدا کرے اور شریعت کی بدنامی کا ذریعہ بن جائے ——— میں اُمید کرتا ہوں کہ حضراتِ علماء میری ان توضیحات پر ہمدردانہ غور کرتے ہوئے اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔

خاکسار : اسرار احمد عفی عنہ

۹ جون ۸۲ء

بنام جناب وقار انبالوی (نوائے وقت) لاہور

(۱) بسلسلہ "اَسرار" یا "اِسرار"

روزنامہ "نوائے وقت" کی ۲۳ / مئی ۸۲ کی اشاعت میں "سخن ہائے گفتنی" کے ضمن میں جناب وقار انبالوی صاحب نے والدِ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے نام کے بارے میں حسبِ ذیل خامہ فرسائی کی :

"مقامی انگریزی معاصر میں ایک لفظی بحث چل نکلی تھی کہ صحیح لفظ اسرار (الف پر زبر کے ساتھ) ہے یا اِسرار؟ (الف پر زیر کے ساتھ) اس بحث کو خود مشہور عالمِ دین ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے یہ کہہ کر ختم کرا دیا کہ ان کے نام کا جزو اسرار الف کی زیر کے ساتھ ہے - ایک اور عالم نے اس بے علم فقیر سے کہا ہے کہ انہوں نے تو اب تک لفظ اسرار الف کی زبر کے ساتھ ہی پڑھا اور سُنا ہے - الف بالکسر کے ساتھ اس کے معنی بتاؤ! گزارش ہے کہ الف بالفتح کے ساتھ یہ لفظ سِر (بھید) کی جمع اسرار اسم جامد کے طور پر آتا ہے - لیکن اُسَر - یُسِر - اِسرار باب افعال میں یہ مصدر کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور غالباً بھید چھپانے کی کوشش کرنے کے معنوں میں آتا ہے - ڈاکٹر صاحب نے اگر الف بالکسر کے ساتھ اسے پسند کیا ہے تو اس فقیر کے نزدیک انہوں نے ایک حد تک اسم بامسمیٰ بننے کی کوشش کی ہے!

اس پر والد محترم نے جو خط انہیں تحریر فرمایا وہ افادہ عام کے لئے درج ذیل ہے (مرتب)

محترم و مکرم جناب وقار احمد انبالوی صاحب، دامت فیوضکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

اُمید ہے مزاج بخیر ہوں گے -

فقیر سر راہے، سے تو میرا تعارف اتنا ہی پرانا ہے جتنی میری شعوری عمر

ہے۔ لیکن 'وقار انبالوی' سے تعارف اتنا پرانا نہیں ——— تاہم وہ بھی غالباً دس پندرہ سال سے تو ہوگا۔ آپ کی ایک جانب تو پاکستان اور علامہ اقبال و قائداعظم سے عقیدت و محبت، اور دوسری جانب اُردو کے علاوہ عربی، فارسی ہندی اور سنسکرت پر عبور کا دل پر گہرا اثر ہے ——— بارہا حاضر ہو کر نیاز حاصل کرنے کا خیال بھی آیا لیکن اصلاً آپ کی بزرگی اور اپنی ہیچمدانی کا احساس اور کسی قدر اپنی مصروفیات آڑے آتی رہیں۔

'نوائے وقت'، کی ۲۳ مئی کی اشاعت میں "اِسرار یا اَسرار" کے موضوع پر جو اظہار خیال آپنے فرمایا ہے۔ اُس کا اختتام جس بات پر ہوا ہے اُسے تو میں اپنے فہم کی کمی کے باعث سمجھ نہیں پایا۔ (ان شاء اللہ کبھی حاضر ہو کر سمجھنے کی کوشش کرونگا) تاہم چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے خود 'اِسرار' کو الف بالکسر کے ساتھ پسند کیا ہے تو اس ضمن میں کچھ گذارشات پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

یہ عرض کرنا تو تحصیلِ حاصل ہے کہ کسی شخص کا نام اُس کا اپنا پسند کردہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بظاہر عطیۂ والدین ہوتا ہے اور بباطن عطیۂ خداوندی ——— چنانچہ میرا نام بھی اپنا اختیار کردہ نہیں بلکہ والدین کا رکھا ہوا ہے۔ اور میرے نزدیک اس میں مشیّتِ خداوندی بھی شامل ہے۔ اس ضمن میں میرے والدین کی پسند کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اللہ نے پہلا لڑکا عطا فرمایا تو اُس کا نام افتخار احمد رکھا، وہ فوت ہو گیا اور دوسرا عطا ہوا تو اُس کا نام بھی وہی رکھا، قضائے الٰہی سے وہ بھی فوت ہو گیا۔ لیکن اُس کی وفات سے قبل ایک اور بیٹا عطا ہو گیا تھا۔ جس کا نام اظہار احمد رکھا گیا۔ وہ بحمد اللہ بقیدِ حیات ہیں۔ پھر ایک لڑکا ہوا تو اُس کا نام اِسرار احمد رکھا گیا۔ اللہ نے اُسے بھی بلا لیا تو جو پانچواں فرزند عطا ہوا اُس کا نام پھر اِسرار احمد رکھا گیا اور وہ یہ خاکسار ہے۔ مجھ سے چھوٹے بھائیوں میں ایک اقتدار احمد ہیں۔ گویا یہاں تک وُہی مصدری ناموں کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے بعد دو چھوٹے بھائیوں میں ایک آپکے ہم نام ہیں اور دوسرے ابصار احمد۔ یہاں مصدر کی لائن ترک کر کے اِسم جمع کی صورت اختیار کر لی گئی۔

میں ہائی اسکول میں داخل ہوا تو وہیں سے یہ چہ می گوئی سننے میں آنی شروع ہو گئی

کہ تمہارا نام اِسرار نہیں اَسرار ہونا چاہیئے ۔ میں نے چھٹی جماعت میں اپنے عربی کے اُستاد سے سوال کیا تو اُنہوں نے فرمایا ۔ معترضین جاہل ہیں، تمہارا نام بالکل درست ہے ۔ چنانچہ میں مطمئن ہوگیا ۔ بعد میں یہ راز خود مجھ پر بھی کھل گیا کہ 'اَسرار' سِرّ کی جمع ہے اور 'اِسرار' مصدر ۔ اور مفہوم میں اظہار کے برعکس ۔ تو خیال یہ ہوا کہ میرا نام اَسرار احمد ہوتا تو بہتر اور زیادہ بامعنی ہوتا لیکن درست بہرحال اِسرار احمد بھی ہے ۔

انگریزی اخبار کی جس بحث کا آپ نے حوالہ دیا ہے اُس میں میں نے یہ وضاحت بھی کی تھی کہ ہمارے یہاں جو مرکب نام رکھے جاتے ہیں اُن میں اصلاً نام صرف ایک ہی لفظ پر مشتمل ہوتا ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرات علی، حسن یا حسین رضی اللہ عنہم کے ناموں کا اضافہ صرف بطورِ اظہارِ نسبت وعقیدت ہوتا ہے ۔ اُن کو ترکیبِ اضافی قرار دینا غلط ہے ۔ ورنہ یا تو عربی قاعدے کی رُو سے مضاف پر پیش لگا کر پڑھنا ہوگا ۔ یا فارسی قاعدے کی رُو سے زیر لگا کر تلفّظ کرنا ہوگا ۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا ۔ لہٰذا ناموں کے معانی بھی اضافت کے ساتھ کرنا درست نہیں ہے ـــــ گویا میرا نام صرف اِسرار ہے اور بڑے بھائی کا صرف اظہار ـــــ دونوں جگہ 'احمد' کا اضافہ اظہارِ عقیدت ونسبت کے لئے ہے ـــــ ویسے آخری بات اس ضمن میں یہ کہ عربی میں بابِ اِفعال کے مصادر میں سے بعض میں 'سلبِ ماخذ' کا قاعدہ تو معروف ہے ہی، یعنی معنے برعکس ہو جاتے ہیں (جیسے فلس سے افلاس) ۔ لیکن صاحبِ لسان العرب نے لکھا ہے کہ بعض مصادر ایسے بھی ہیں جن میں متضاد معانی بیک وقت موجود ہوتے ہیں اور انہی معدودے چند الفاظ میں سے ایک لفظ 'اِسرار' بھی ہے ۔ گویا 'اسرار' میں بیک وقت کسی بات کو چھپانے بلکہ صحیح تر الفاظ میں کسی کو بطور راز یا خفیہ طور پر بتانے کا مفہوم بھی موجود ہے اور ظاہر کرنے اور غالب کرنے کا مفہوم بھی ـــــ اس انکشاف کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے لئے یہ نام عطیہ والدین ہی نہیں عطیہ خداوندی بھی ہے ـــــ اور اگر میں اس مفہوم میں اسم بامسمّیٰ بن سکوں یعنی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں [illegible]

دارانہ انداز میں بھی پہنچا سکوں اور بر ملا ڈنکے کی چوٹ بھی کہہ سکوں - بفحوائے الفاظ قرآنی : ثم انی اعلنت لھم و اسررت لھم اسرارا“ (سورۃ نوح) تو زہے نصیب ! ؎

”میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہر کی آبرو ؛ میں ہوں خزف تو تو مجھے گوہر شاہوار کر“

اور بھر ”شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را“ فقط والسلام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

(ب) بسلسلہ ”چہل سالِ عمر عزیزت . . . “

۷ ؍جون ۸۲ء کے ’نوائے وقت‘ میں محترم وقار انبالوی صاحب نے ’سرِ راہے‘ میں تحریر فرمایا :-

”آج کل ہمارے علمی اور ثقافتی دائروں میں چالیس کا عدد بہت اہمیت حاصل کرتا جا رہا ہے - یوں تو اس عدد کی اہمیت ماضی میں بھی تسلیم کی جاتی رہی ہے - مثلاً سعدیؒ کا شعر ہے -

چہل سال عمر عزیزت گزشت مزاجِ تو از حالِ طفلی نگشت

یعنی چالیس سال کی عمر میں تو بچپن کی باتیں نہیں بجتیں - آدمی خاصہ تجربہ کار اور جہاں دیدہ ہو جاتا ہے - غالباً اسی مقولے کے پیشِ نظر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب قبلہ نے بھی تشکیل حکومت میں رائے (ووٹ) دینے کے لئے عمر کی حد چالیس سال تجویز کی ہے اور کہا ہے کہ انسان اس عمر میں اچھے بُرے کی تمیز کرتا ہے اور اُسے معاملات کا خاصا تجربہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن چالیس کے عدد کے تو کچھ بھاگ جاگتے نظر آتے ہیں - حال ہی میں اسلامی نظریاتی کونسل کے معزز ارکان سے سوال کیا گیا تھا کہ کیا کوئی خاتون شرعی عدالت میں قاضی کے عہدے پر فائز ہو سکتی ہے اور اس کی بطور قاضیہ تقرری شرعاً جائز ہو گی ؟ جواب میں نظریاتی کونسل کی طرف سے کہا گیا ہے کہ پردے کی پابندی کے ساتھ کوئی

کرنے والی عدالتوں میں شرعًا قاضیہ مقرر ہو سکتی ہے ۔ عمر کی شرط اس لئے ہے کہ چالیس برس تک عورت کے مزاج سے جذبات سے مغلوب ہونے کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ ذہنی اُلجھاؤ اور پختگی آجاتی ہے!

اس فقیر کا خیال ہے کہ نظریاتی کونسل کے ارکان نے سوال کا جواب دینے میں اپنی جگہ بڑی سوجھ بوجھ سے کام لیا ہے کیونکہ آج کل خواتین مردوں کے خلاف محاذ عمل بنانے میں مصروف ہیں ۔

اس پر والد محترم نے سکردو (بلتستان) سے انہیں حسبِ ذیل خط تحریر فرمایا:

از سکردو (بلتستان) ۱۰ رجون ۸۲ ء

محترم و مکرم جناب وقار انبالوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی

یہ عریضہ بہت دور دراز مقام سے لکھ رہا ہوں ۔ آج ہی یہاں دس روزہ دورے پر حاضری ہوئی ہے ۔ گذشتہ دنوں متواتر لاہور سے باہر رہا ۔ کل جب لاہور سے روانہ ہو رہا تھا تو اچانک ۷ر جون کے 'سر راہے' پر نظر پڑی تو چالیس سال کی عمر والی بحث پر آپ کی خامہ فرسائی علم میں آئی ۔ حسبِ معمول شگفتگی اور متانت کا غیر معمولی امتزاج سامنے آیا ۔ لیکن یہ احساس ہوا کہ شاید اس موضوع پر قرآن حکیم کی ایک آیتِ مبارکہ جو قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے غالبًا آپ کا ذہن اُس کی جانب متوجہ نہیں ہوا میری مراد سورۃ احقاف کی آیت نمبر ۱۵ سے ہے جس میں ایک سلیم الطبع اور ذہنی و نفسیاتی اعتبار سے 'بالغ' انسان کے احساسات و جذبات کی ترجمانی ہوئی ہے ۔ اس میں "حتّٰی اذا بلغ اشدّہٗ" کے فوراً بعد "وبلغ اربعین سنۃ" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں ۔ تو کیا ان الفاظ مبارکہ کو انسان کے شعوری بلوغ کی عمر کے ضمن میں 'نص' قرار نہیں دیا جا سکتا؟ مجھے قرآن حکیم کے ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کے ناتے اس آیۃ مبارکہ سے جو

مرحوم کا انتقال ہوا تو میں اُس صدمے کے اثرات کو کسی قدر زائل کرنے کے لئے وادیٔ کاغان جا نکلا (حالانکہ اواخر ماہ نومبر کسی بھی اعتبار سے کاغان کا رُخ کرنے کے دن نہیں ہوتے!) وہاں سے واپسی پر ۲۲ر نومبر کو ایبٹ آباد میں اچانک خیال آیا کہ آج بڑے بھائی اظہار احمد صاحب کا یوم پیدائش ہے اور وہ ۳۹ سال مکمل کر کے عمر کے چالیسویں سال میں داخل ہو گئے تو وہیں اُن کے نام ایک خط لکھا جس میں یہ آیت مبارکہ درج کی۔ پھر اگلے سال جب وہ چالیس سال کے ہو گئے تو اس آیت کا ایک سادہ سا طغرا بنوایا اور وہ اُنکی خدمت میں ارسال کیا۔ ساتھ ہی اُس کا بلاک بنوا کر 'میثاق' کے کور پر طبع کر دیا۔

اِس کے چند ورق اضافی طبع کرا لیئے تھے جن کو کٹوا کر اپنے پاس محفوظ رکھ لیا اور احباب و رفقاء اور اعزّہ و اقارب میں سے جو بھی اس عمر کو پہنچتا اُس کو ہدیتہً ارسال کرتا رہا۔ اُن میں سے ایک ورق اس عریضے کے ساتھ پیش خدمت ہے پھر جب میں خود اس مرحلے پر پہنچا تو میں نے اس کا ایک نسبتاً بڑے سائز کا بلاک بنوایا اور اُس میں دو اشعار کا اضافہ کروایا۔ ایک تو وہ جو آپ نے 'سرنامے' میں درج فرمایا ہے اور دوسرا وہ جو میرے نزدیک علم و حکمت کا ایک نہایت ہی قیمتی موتی ہے۔ اعنی ؎

"خلق اطفال اند، جز مرد خدا، نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا!"

اُمید ہے کہ وقت کا یہ صرف گرانیٔ طبع کا موجب نہ ہوا ہوگا۔

فقط والسلام

خاکسار اِسرار احمد

"چہل سال عمر عزیزت گذشت"

کے ضمن جس آیتِ مبارکہ کا ذکر 'تصریحات' میں آیا ہے اس کا طغرا سامنے کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں جو 'میثاق' جنوری فروری ۷۱ء کے کور پر شائع ہوا تھا۔

چالیسویں سالگرہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَتّٰی
یہاں تک کہ
اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ
جب وہ اپنی پوری پختگی کو پہنچتا ہے
وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً
اور چالیس برس کا ہو جاتا ہے
قَالَ
تو کہتا ہے کہ
رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ
اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں ان انعامات کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیے
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ
اور ایسے نیک اعمال کروں جو تجھے پسند ہوں
وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ
اور میری اولاد کو میرے لیے بھلائی کا ذریعہ بنا
اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ
میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں — اور — میں فرمانبرداروں میں سے ہوں!

(سورۂ احقاف - آیت - ۱۵)

طفال اند جز مردِ خدا ★ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
(رومیؔ)

چہل سالِ عمرِ عزیزت گذشت
مزاجِ تو از حالِ طفلی نہ گشت (سعدیؔ)

بقیہ 'عرض احوال'

۱۵ر جون کی صبح کو لاہور میں میثاق کے جولائی کے شمارہ کے لئے "عرض احوال" لکھنا شروع ہی کیا تھا کہ گیارہ بجے دن ہلکا سا ہارٹ اٹیک ہوا - لاہور میں محترم ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب کو دکھایا گیا - موصوف نے بڑے انہماک اور خصوصی توجہ سے علاج شروع کیا - نیز ہر قسم کے ذہنی و جسمانی کام سے منع کرکے مکمل آرام کرنے کی ہدایت کی - نتیجۃً صاحب فراش ہونا پڑا - اس دوران میں اخبارات میں ڈاکٹر صاحب کے متعلق مختلف اسالیب سے غلط فہمیاں پھیلانے کا کام جاری تھا - ڈاکٹر صاحب اُن دنوں بلتستان کے دعوتی دورے پر گئے ہوئے تھے اور اس طرح وہ اخباری دنیا سے ایک طرح CUT OFF تھے - ان کو علم بھی نہیں تھا کہ یہاں اخبارات بالخصوص پریس ٹرسٹ کے اخبارات کیا گل کھلا رہے ہیں - ان کی ۸ر جون کو روانگی اور ۱۹ر جون کو مراجعت ہوئی ، لہٰذا اس علالت کی حالت میں بھی حسب مقدور ان اعتراضات کے جوابات کے لئے اخبارات کو بھی مراسلات لکھنے کا سلسلہ جاری رہا اور چند علماء کرام اور دانشوران کو نجی نوعیت کے خطوط بھی لکھے - ساتھ ہی ساتھ روزمرہ کی ڈاک بھی نمٹاتا رہا —— مزید برآں کوشش تھی کہ کسی طرح اس ماہ کا 'عرض احوال' میرے قلم سے نکل جائے - ۲۰ر جون تک میرا قیام لاہور میں رہا - اور ۲۱ر جون سے تاحال کراچی میں مقیم ہوں - اس دوران جب بھی طبیعت کچھ بہتر معلوم ہوئی تو جیسے تیسے 'عرض احوال' کو پورا کرنے کی کوشش کی - ذہن میں تو کافی وسیع مباحث تھے اور ہیں ، جن پر اظہارِ خیال کرنا پیش نظر تھا - لیکن لاہور میں محترم ڈاکٹر رندھاوا صاحب اور کراچی میں محترم ڈاکٹر سید اسلم صاحب کی واضح ہدایت ہے کہ تقریباً ایک ماہ تک ہر قسم کے ذہنی و جسمانی مشقت کے کاموں سے پرہیز کیا جائے - قارئین میثاق سے استدعا ہے کہ وہ راقم کے لئے دُعا فرمائیں کہ وہ اس عاجز کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ آخری سانس بھی دین کی خدمت میں صرف ہوا اور خاتمہ ایمان پر ہو - یہ آخری سطور ہیں جو راقم کے قلم سے ۳ر رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۵ر جون کو کراچی میں لکھی جارہی ہیں - یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ ، بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اَنْتَ وَلِیِّی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ط

سلسلہ تقاریر **الکتاب** (ٹیلی ویژن)

پارہ نمبر ۲۸ ——— قَدْ سَمِعَ اللّٰہ

قرآن مجید کا اٹھائیسواں پارہ قد سمع اللہ کے نام سے موسوم ہے - یہ نو مدنی سورتوں پر مشتمل ہے - اور ستائیسویں پارے کی آخری سورۂ الحدید کے ساتھ مل کر دس مدنی سورتوں کا یہ اکٹھ قرآن مجید میں تعداد کے اعتبار سے سب سے بڑا مجموعہ ہے - ان سورتوں میں خطاب اکثر و بیشتر مسلمانوں سے ہے - بحیثیت اُمّتِ مسلمہ - نہ کفار سے نہ مشرکین سے نہ اہل کتاب سے بلکہ اصل گفتگو مسلمانوں سے ہوتی ہے - یہود کا ذکر اس میں بار بار آیا ہے - وہ اس اعتبار سے کہ یہ سابقہ اُمّتِ مسلمہ تھی - لہٰذا یہ بطور نشانِ عبرت مسلمانوں کو اپنے سامنے رکھنی چاہیئے - یہ اللہ کے دین کے حامل تھے - شریعتِ خداوندی کے امین کتابِ الٰہی کے حامل لیکن راندہ درگاہ حق ہوئے اور اب انہی کا منصب تمہیں عطا کیا گیا ہے - تمہیں ہوشیار و خبردار رہنا چاہیئے کہ تم انہی کا طرزِ عمل اختیار نہ کر لو - مبادا تم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس فضل سے محروم کر دیئے جاؤ - سب سے پہلی سورۃ، سورہ مجادلہ ہے اس میں ایک تو عائلی زندگی کے ضمن میں ظہار کا قانون اور اس ضمن میں کفارے کی تفصیلات کا بیان ہے - دوسرا یہ نقشہ کھینچا گیا ہے - کہ اس دُنیا میں حق و باطل کے مابین ہر آن ایک کشمکش برپا ہے - ایک طرف حزب الشیطان ہے (شیطان کی جماعت) - اس میں مشرکین بھی ہیں، اس میں کفار اہل کتب بھی ہیں - اس میں منافقین بھی شامل ہیں - اور دوسری طرف ہے اللہ تعالیٰ کی جماعت جس کو حزب اللہ فرمایا گیا۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ آخری کامیابی اور غلبہ بہر حال اللہ کی جماعت کو حاصل ہو گا - اس ضمن میں یہ آیت بھی وارد ہوئی "کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ" اللہ نے یہ لکھ دیا ہے، طے کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آ کر رہیں گے - اس کے بعد سورۂ الحشر ہے اس سورۃ مبارکہ میں ایک

تو یہود کے قبیلہ بنی نضیر کی تباہی کا ذکر ہے۔ یہ گویا کہ شرح ہے سورۃ حدید کی آخری آیت کی۔ یعنی "لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ" یہود اہل کتاب اس گھمنڈ میں نہ رہیں۔ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل پر کوئی اختیار حاصل ہے۔ اب جبکہ وہ راندہ درگاہ حق کر دیئے گئے چنانچہ فرمایا!
هُوَ الَّذِىٓ أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مِن دِيٰرِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۔ اور اُن کو جلا وطن بھی کیا جائے گا۔ ان کو اپنا مال و اسباب چھوڑ کر اس سرزمین سے نکلنا ہوگا۔ سورۃ الحشر کے آخر میں بڑے ہی دل نشین پیرائے میں فرمایا۔ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔
اگلی آیت میں فرمایا: ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا۔ تو خدا نے اُنکو اپنے آپ سے غافل کر دیا، وہ اپنی عظمت کو بھول گئے اُپنے اصل مقام اور منصب کو بھول گئے۔ قرآن مجید کی عظمت کے ضمن میں فرمایا۔

لَوْ أَنزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خٰشِعًا
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط

اس کی عظمت کو تم اس سے پہچانو کہ اگر ہم نے قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ اللہ کی خشیت سے دب گیا ہوتا اور پھٹ جاتا اور لرز اُٹھتا۔ الغرض سورہ حشر ایک انتہائی حسین و جمیل گلدستہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا حسن اتنی کثیر تعداد میں ایک مقام پر قرآن مجید میں کسی دوسری جگہ جمع نہیں کیا۔ پھر سورہ الممتحنہ آتی ہے۔ اس میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ تمہیں اپنے تعلقات، اپنی محبتوں، اپنی دوستیوں ان سب کا مرکز و محور اللہ کو بنانا چاہیئے۔ اللہ کے دشمنوں سے کوئی دوستی کوئی تعلق باقی نہ رہنا چاہیئے۔ یہی تمہارے ایمان کی کسوٹی ہے اس ضمن میں فرمایا۔ کہ اگر مسلمان خواتین ہجرت کر کے آئیں۔ تو ذرا چھان بین کر لیا کرو۔ کہیں دھوکے فریب کا معاملہ نہ ہو، اگر تم یہ دیکھو کہ یہ واقعی اور حقیقی مسلمان ہیں۔ اور ایمان دل سے لائی ہیں۔ تو تم انہیں کفار کے پاس مت لوٹاؤ اس لئے کہ

اب کفار کا معاملہ اور مسلمانوں کا معاملہ باہم رشتے داری کا ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد سورہ " الصف" آئی ہے۔

اس میں نبی اکرم صلعم کے مقصدِ بعثت کو بیان کیا گیا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ :۔ یہ دین جو آپ لے کر آئے ہیں۔ اسے دنیا میں غالب کرنا اور قائم کرنا آپ کا فرضِ منصبی ہے اور اس فرضِ منصبی میں وہ لوگ آپ کے دست و بازو بنیں گے جو آپ پر ایمان لائے ہیں چنانچہ انتہائی پر زور دعوت ہے۔ کہ اے اہل ایمان اگر تم چاہتے ہو کہ واقعتاً اللہ کے عذاب سے چھٹکارا پاؤ تو تمہارے لئے ایک ہی راستہ کھلا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسُول پر ایمان کو پختہ اور محکم رکھو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اُس کی راہ میں اپنی جانیں اور مال لگا دو۔ یہ درحقیقت اللہ اور اُس کے رسُول دونوں کی تعریف ہے۔

سُورۃ الجمعہ میں اس مضمون کا دوسرا رُخ سامنے آتا ہے کہ دین کے غلبے کیلئے نبی اکرمؐ کا امتیازی طریق کار اور اساس کیا ہے۔ یہ سارا انقلابی عمل قرآن مجید کے گرد گھومتا ہے اس کو ذہنوں میں اُتارنا اُس کو دلوں میں بٹھانا اس کے ذریعے افراد میں تبدیلی برپا کرنا یہ ہے انقلاب محمدی کا اساسی منہاج۔ چنانچہ قرآن مجید کے بارے میں ایک تنبیہ یہاں اس سورۃ مبارکہ میں بھیجی گئی مُسلمانو !! تم کہیں یہود کی مانند نہ ہو جانا جو حاملِ تورات تھے لیکن پھر انہوں نے اس کی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا اور ایسے لوگ جو حامل کتاب الٰہی ہوں اور پھر بھی اس کی ذمہ داریوں کو ادا نہ کریں تو وہ ان گدھوں کے مانند ہیں۔ جن کے اوپر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو۔ آخر میں جمعہ کے احکام ہیں۔ اور اُس کی مناسبت یہی ہے کہ جمعہ میں اصل اہمیّت خطبہ جمعہ کی ہے۔ جمعہ کو جمعہ بنانے والی چیز خطبہ جمعہ ہے۔ اور خطبہ جمعہ کی غرض و غایت ہے اللہ تعالےٰ کی کتاب کی تعلیم یعنی کوئی نائب رسول ممبرِ رسول پر کھڑا ہو کر وہی عمل سرانجام دے۔ اسکے بعد نفاق کے موضوع پر قرآن مجید کی بڑی مختصر لیکن انتہائی جامع سُورۃ

المنافقون آئی ہے - اس کے ایک رکوع میں نفاق کی علامات، اسکی ہلاکت کا بیان ہے اور دوسرے رکوع میں اس مرض سے بچاؤ کی تدابیر، کہ اگر کسی کو اس کی چھوت لگ ہی جائے تو اس کے علاج معالجہ کی شکل بتائی گئی ہے پھر سورۃ التغابن آئی ہے - یہ نفاق کے بالکل برعکس کیفیت ایمان کی حقیقت اور اس کے ثمرات و لوازم اس کے نتائج اس کے متضمنات کو بیان کرتی ہے - ایمان کے اجزاء کیا ہیں - اور ایمان اگر واقعتاً دلوں میں جاگزیں ہو جائے تو زندگیوں میں کیا انقلاب آئے گا - کیا کیا تبدیلیاں برپا ہوں گی - آخر میں دو سورتیں ہیں جو مسلمانوں کی عائلی زندگی سے بحث کرتی ہیں - زندگی میں دو انتہائی حالت پیدا ہو سکتے ہیں - یعنی میاں اور بیوی میں عدم موافقت جس کا نتیجہ طلاق ہے - سورۃ الطلاق اس پر بحث کر رہی ہے اور ایک دوسری کیفیت یہ کہ اپنی بیویوں کی رضاجوئی - دلجوئی - اس درجہ مطلوب ہو جائے - کہ اللہ کے احکام ٹوٹنے لگیں - اس میں دوسری صورت کی طرف توجہ دلائی گئی اور اس کے آخر میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ مسلمان خواتین کو یہ سمجھ لینا چاہیئے - کہ وہ پوری طرح مسئول اور ذمہ دار ہستیاں ہیں - اللہ کے ہاں انہیں جواب دینا ہوگا - وہ اپنے شوہروں کے دین کے تابع نہیں ہیں - اس ضمن میں تین انتہائی عمدہ مثالیں دی گئیں کہ بہترین شوہروں کے ہاں بدترین بیویاں ہوئیں - اور بدترین شوہر کے ہاں بہترین بیوی ہوئی - حضرت مریم صدیقہ کے کیا کہنے کہ وہ خود بھی انتہائی نیک تھیں اور انہیں اللہ نے ماحول بھی انتہائی عمدہ اور عالی عطا فرما دیا چنانچہ وہ نورٌ علیٰ نور کی مثال بن گئیں -

اپنی قیمتی کتابوں کو محفوظ رکھیے

اپنی قیمتی کتابوں کو محفوظ رکھنے کیلئے پلاسٹک کور چڑھوائیے -

خوبصورت پلاسٹک فائلوں اور نوٹ بکس کا مرکز

ایس - پی - اسٹیشنرز

کبیر اسٹریٹ - اردو بازار، لاہور - فون

پارہ نمبر ۲۹ —— تَبٰرَكَ الَّذِی

قرآن حکیم کا انیسواں پارہ تَبٰرَكَ الَّذِی کے نام سے موسوم ہے یہ گیارہ سورتوں پر مشتمل ہے۔ جو سب کی سب مکی ہیں۔ اور زمانۂ نزول کے اعتبار سے مکی دور کے بالکل آغاز سے متعلق ہیں۔ چنانچہ اسمیں تین سورتیں وہی ہیں جن میں وہ آیات وارد ہوئی ہیں۔ کہ جن کے بارے میں محققین کا تقریبًا اجماع ہے کہ وہ نبی اکرمؐ پر دوسری تیسری یا چوتھی وحی ہے۔ اس پارے کا آغاز ہوتا ہے "سورۃ الملک" سے جس کے آغاز میں بڑی اہم آیت وارد ہوئی ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ۔ اللہ نے موت اور زندگی کا سلسلہ اسلئے پیدا فرمایا کہ تمہیں آزمائے کہ کون ہے تم میں سے بہتر عمل کرنے والا۔ گویا کہ یہ حیاتِ دنیوی جو ہماری اصل حیات اور اصل زندگی کا صرف ایک ابتدائی مرحلہ ہے، اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک امتحانی وقفہ ہے۔ یہی بات علامہ اقبال نے فرمائی بڑی سادگی لیکن بڑے پرشکوہ انداز میں :۔

قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

اس پارہ کی سورۃ الدھر میں یہ مضمون وارد ہوا۔
اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝ ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا۔ تاکہ اُسے آزمائیں۔ پس ہم نے اسے سماعت بھی بخشی اور بصارت بھی عطا فرمائی۔ سورۃ الملک کے بعد سورہ القلم آتی ہے۔ اس کا ایک دوسرا نام سورۃ نٓ بھی ہے۔ اس کے آغاز میں نبی اکرمؐ پر دوسری وحی کی آیات

شامل ہیں ۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ o مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ o لوگوں نے حضورؐ کے بارے میں یہ کہنا شروع کر دیا تھا۔ کہ معاذ اللہ! آپؐ کا دماغی توازن خراب ہوگیا ہے' آپؐ کو نا معلوم کیا ہوا کہ آپ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میرے پاس اللہ کا فرشتہ آتا ہے ۔ اور وہ اللہ کا پیغام لاتا ہے اِسے انہوں نے خلل دماغ پر محمول کیا ۔ اس سے نبی اکرمؐ کو رنج پہنچا ۔ اللہ تعالےٰ نے تسلی دی ۔ اے نبی! آپ غمگین نہ ہوں ۔ آپ ملول اور رنجیدہ نہ ہوں ۔ آپ ان کے کہنے سے نعوذ باللہ کہیں پاگل تو نہیں ہو گئے ۔ آپ تو اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں ۔ آپ کے لئے آپ کے رب کے پاس کبھی نہ منقطع ہونے والا اجر ہے ۔ سورۃ نٓ کا اختتام، حضورؐ کو صبر کی انتہائی موثر تاکید پر ہوتا ہے ۔ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ط ۔

" اپنے رب کے حکم کا اور اس کے فیصلے کا انتظار کیجئے ۔ اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے ۔ یعنی حضرت یونسؑ کی طرح جلدی نہ کیجئے ۔ اپنے فرائض نبوت و رسالت ادا کرتے رہئیے ۔ نتائج کو اللہ کے حوالے کر دیجئے' اس کے بعد سورۃ الحاقہ آتی ہے ۔ جس میں بڑے پر شکوہ انداز میں آخرت کا اثبات کیا گیا ہے ۔ وہ شدنی ہے ۔ واقع ہو کر رہنے والی شے ہے ۔ اَلْحَآقَّةُ لا مَا الْحَآقَّةُ ج وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ط اس کے بعد سورۃ المعارج آتی ہے اس میں اللہ کے نیک بندوں کے اوصاف اور خصائص کا ذکر ہے ۔ اور یہ تقریباً وہی مضمون ہے جو اٹھارویں پارے میں سورۃ المومنون کے آغاز میں آچکا ہے ۔ اس کے بعد سورۃ نوح آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے عظیم پیغمبر اولوالعزم من الرسل کس تندہی کے ساتھ، کس جانفشانی کے ساتھ، کس سرفروشی کے ساتھ کس سرگرمی کے ساتھ اللہ کی دعوت لوگوں تک پہنچاتے رہے' اور لوگوں نے کس طرح ڈھٹائی کی روش اختیار کی ۔ انکار وإبا پر اڑے رہے ۔ حضرت نوحؑ

عرض کرتے ہیں بارگاہِ خداوندی میں "رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَہَارًا" "اے رب میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی دعوت دی ہے اور دن کو بھی پکارا ہے" میں نے اُن کو اکیلے اکیلے بھی دعوت پہنچائی اور مجمع عام میں بھی تیرا پیغام پہنچایا۔ لیکن اُن کے اِبا و انکار اور تکبّر ہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس سُورۃ کے آخیر میں حضرت نوح علیہ السّلام کی مایوسی کا نقشہ کھینچا گیا۔ وہ اپنی قوم سے کس درجے مایوس ہوچکے تھے۔ کہ انہوں نے اللہ سے دُعا کی۔

"رَبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ○ اِنَّکَ اِنۡ تَذَرۡہُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ○"

اے رب! اب تو اس زمین پر کافروں کا ایک ہی گھر بستا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان میں سے کسی کو بھی چھوڑ دیا تو ان کی آئندہ نسلوں میں سے بھی صرف کافر اور فاسق ہی پیدا ہوں گے۔ اس کے بعد سورۃ الجن ہے۔ جس میں جنوں کی ایک جماعت کی حضورؐ کی خدمت میں حاضری، قرآن مجید کا سننا اور پھر جاکر اپنی قوم میں نبوّتِ محمدی کی تبلیغ کرنا بیان ہوا۔ اس کے بعد آتی ہیں قرآن مجید کی وہ دو انتہائی حسین وجمیل سورتیں جو ہر مسلمان کو انتہائی عزیز ہیں یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ۔ یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ خطاب نبی اکرمؐ سے۔ دونوں الفاظ کے معنی تقریبًا ایک ہی ہیں۔ اے کپڑے میں لپٹ کر لیٹنے والے اب کھڑے ہوجاؤ۔ کمربستہ ہوجاؤ۔ اپنی عملی جدوجہد کا آغاز کردو۔ آپؐ کی اس جدوجہد کے دو رُخ ہیں۔ ایک ہے اللہ کی طرف۔ راتوں کو کھڑے رہو اللہ کے حضور دست بستہ اور اس کا کلام پڑھتے رہا کرو۔ اسی کے ہوکر رہ جاؤ توسل اور توکل کا رشتہ اب اللہ کی ہی ذات کے ساتھ ہو۔ اور جو اعدائے دین ہیں۔ اعداء اللہ ہیں۔ مشرکین ہیں معاندین ہیں۔ ان کی مخالفت پر صبر کرو۔ اور ان سے قطع تعلق کی روش اختیار کرو۔ اور یہ انتہائی خوبصورتی کے ساتھ قطع تعلق ہو تاکہ دعوت وتبلیغ کے آئندہ مراحل میں یہ رکاوٹ نہ بن جائیں

ایک طرف یہ ہدایات، دوسری طرف سورہ مدثر میں دعوت نبویؐ اور رسالت کا جو فرض منصبی ہے اس کی ادائیگی کا حکم کھڑے ہوجایئے لوگوں کو خبردار کیجئے اس وقت سے جو آنے والا ہے ۔ آخرت سے خبردار کیجئے ۔ اخروی انجام سے ڈرایئے ان نیند کے ماروں کو جگایئے ۔ فرمایا قُمْ فَاَنْذِرْ یہ ہے درحقیقت دعوت محمدی بلکہ یوں کہیے کہ ہر نبی کی دعوت کا نقطہ آغاز ہے ۔ لیکن حضورؐ کی دعوت کا منتہائے مقصود بھی ہے ۔ جو اگلی آیت میں وارد ہوا ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۔ اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کیجئے ۔ اس کی بڑائی کا اعلان کیجئے اور صرف اعلان ہی نہیں ۔ اس کی بڑائی کا عملاً نفاذ اس طرح کہ اللہ واقعی بڑا ہوجائے اس کو حقیقتاً بڑا مانا جائے ۔ اس کا حکم تمام احکام سے اونچا ہو ۔ اس کا جھنڈا تمام جھنڈوں سے بلند ہو ۔ اس کی مرضی تمام مرضیوں سے مقدم ہو ۔ یہ اقامت دین، یہ اظہار دین حق نبی اکرمؐ کی جدوجہد کا ہدف ہے اور مقصود ہے تو پہلی آیت میں دعوت محمدیؐ کا نقطہ آغاز اور دوسری آیت میں اس کی جدوجہد کی آخری منزل، اس سلسلہ آیات میں آخری بات یہ بیان فرمائی کہ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اپنے رب کے لئے صبر کیجئے ۔ آپ کو اس راہ میں مصائب جھیلنے ہوں گے ۔ مشکلات برداشت کرنی ہوں گی ۔ مخالفتوں کا سامنا کرنا ہوگا ۔ راستے میں طرح طرح کے موانع آئیں گے ۔ لیکن آپؐ ان سب کے باوجود ان کے علی الرغم اپنے اس فرض منصبی کی ادائیگی میں لگے رہیئے ۔ جھیلئے جو کچھ بھی آپ پر بیتے ۔ برداشت کیجئے جو بھی اغیار یا اعداء کی طرف سے آپ کے راستے میں آئے ۔ اس کے بعد سورۃ القیامۃ، سورۃ الدھر اور سورۃ المرسلت ہیں ۔ یہ انتیسویں پارے کی آخری سورتیں ہیں ۔ ان تینوں کا مرکزی مضمون وہی قیامت اور احوال قیامت، جنت اور دوزخ کے احوال انکی کیفیات، سورۃ القیامۃ کا آغاز ہے لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ۔ تمہیں اس کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں ۔ اور میں اس

کو اتنا قطعی اور یقینی جانتا ہوں کہ میں اس کی قسم کھا رہا ہوں۔ اور اس کی اگر دلیل تمہیں اپنے باطن میں مطلوب ہے تو وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔ یہ ضمیر تمہارا یہ نفسِ ملامت گر۔ یہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ کہ یہ جب تمہیں بتاتا ہے۔ تو کیا خیر ہے کیا شر۔ تو یقیناً اگر خیر خیر ہے اور شر شر تو اس کے نتائج نکلنے چاہئیں۔ نیکوکاروں کو ان کی نیکوکاری کی جزا ملنی چاہیئے، بدکاروں کو ان کی بدکاری کی سزا ملنی چاہیئے۔ یہی آخرت ہے اور یہی قیامت۔ سُورۃ الدھر میں جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، فرمایا ہے کہ "ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں۔ اور اس کے بعد نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ اہلِ جنّت کس آرام میں ہوں گے۔ ان کو کیسی کیسی نعمتیں اپنے پروردگار کی طرف سے ملیں گی۔ آخری سُورۃ المرسلٰت ہے۔ اس میں بھی قیامت کا اور آخرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اہل ایمان کو اور کافروں کو اور مشرکوں کو جن مختلف صورتِ حالات سے وہاں دوچار ہونا ہے۔ اس کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے سزا اور عذاب سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

پارہ نمبر ۳۰ — عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ

قرآنِ حکیم کا تیسواں اور آخری پارہ عَمَّ یتسآءلون کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ اور پارہ عمّ کے نام سے موسُوم ہے اس پارہ میں چھوٹی بڑی ۳۷ سُورتیں شامل ہیں۔ اور یہ تمام سُورتیں آخر کی چند چھوٹی چھوٹی سورتوں کو چھوڑ کر مکی ہیں اور مکّے کے بھی بالکل ابتدائی زمانے سے متعلق ہیں۔ یہ سُورتیں اصل میں مصداق ہیں اس مضمون کا جو سُورۃ ہود کے بالکل ابتداء میں وارد ہوا۔

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے آیاتِ محکم کی نازل گئیں پھر اُن کی تفسیر کی گئی۔ ابتدا میں جو سُورتیں نازل ہوئیں ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی ہیں۔ تین تین چار چار پانچ پانچ چھ چھ آیتوں پر مشتمل، لیکن اپنے مضامین کے اعتبار سے اپنے معارف

وحقائق اور اپنے مفاہیم کے اعتبار سے بالکل ایسی ہیں کہ جیسے بڑے بڑے دریاؤں کو چھوٹے چھوٹے کوزوں میں بند کر دیا گیا ہو۔ چنانچہ اس میں سورہ اخلاص بھی ہے۔ جس کو نبی اکرمؐ نے پورے قرآن مجید کا ایک تہائی قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ یہ توحید کے موضوع پر انتہائی جامع سورۃ ہے اور توحید ہمارے دین کی تین بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت یہ ہمارے دین کی تین بنیادیں ہیں۔ اس میں وہ سورۃ العصر بھی ہے۔ جسکے بارے میں امام شافعیؒ کا قول ہے جو اس سورۃ میں تفکر کریں۔ غور و فکر کا حق ادا کریں تو کل تین آیات پر مشتمل یہ سورۃ ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے کافی ہو جائے گی اسلیئے کہ ان تینوں آیات میں قرآن نے انسانوں کے لیئے ہدایت اور رہنمائی کا راستہ کھولا ہے با لفاظ دیگر جس نجات کے لئے قرآن مجید راہنمائی کر رہا ہے۔ اسکی پوری جامعیت کے ساتھ تفسیر کر دی گئی ہے۔ اس پارے میں اکثر سورتیں چھوٹی چھوٹی سورتوں کی شکل میں ہیں پہلی سورۃ سورۃ النبا ۔ یہ منفرد ہے۔ اس میں بڑے پرشکوہ انداز میں فرمایا:۔ یہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرمؐ کی دعوت کا نقطۂ آغاز قیامت کی خبر اور آخرت کی طرف سے ڈرانا تھا۔ لہذا چہ میگوئیاں شروع ہوئیں، لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کیا یہ کیا خبر ہے جو محمدؐ دے رہے ہیں! انداز دہی ہے۔ جس کو مولانا حالی نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

نتیجہ یہ کہ لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کر دیا۔

عَمَّ یَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِیمِ ۙ الَّذِی هُمْ فِیهِ مُخْتَلِفُونَ

اُس بڑی خبر کے بارے میں۔ جسکے بارے میں یہ اختلاف میں پڑ گئے۔ فرمایا:

کَلَّا سَیَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُونَ ۝ تم انکار کرتے رہو اختلاف کرتے رہو وہ گھڑی تمہارے سامنے آجائے گی پھر تمہیں معلوم ہو گا۔ حقیقت منکشف ہو

جائے گی۔اس کے بعد ایک جوڑا ہے سورۃ النزعت اور سورۃ عبس کا انہیں مشترک قدر یہ ہے کہ دونوں میں قیامت کا ذکر ہے والنزعت غرقًا اور والنشطت نشطا اور قیامت کے احوال کا بیان ہوا سورۃ عبس میں نبی اکرم صلعم کو تلقین فرمائی گئی کہ کفار میں سے جو لوگ صاحب حیثیت ہیں، دولت مند ہیں، صاحب عزت و وجاہت ہیں ٹھیک ہے ان کا اپنا ایک مقام ہے اس اعتبار سے اگر آپؐ اُن کی طرف التفات فرمائیں تو حکمت دین اور حکمت دعوت کے اعتبار سے یہ غلط نہیں۔ لیکن یہ التفات اتنا نہ بڑھ جائے کہ ان مسلمانوں کا حق تلف ہو جائے جو آپ کے پاس چل کر آتے ہیں۔

فَاَنْتَ عَنْہُ تَلَھّٰی۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی طرف سے کسی درجہ میں بھی اُن کے ساتھ بے اعتنائی کا اظہار ہو اسطرح سے یہ پارہ دو دو سورتوں کے بڑے حسین وجمیل جوڑوں پر مشتمل ہے۔ پھر سورہ التکویر اور سُورۃ الفطار کا جوڑا آتا ہے۔ دونوں میں آخرت کے احوال کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ وحی الٰہی کی سند بھی بیان کی گئی اس کے پہلے راوی ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ اور دوسرے راوی ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ اس کے بعد سورۃ مطففین اور سورہ انشقاق پر مشتمل بڑا حسین وجمیل جوڑا ہے۔ دونوں میں انسان کی گمراہی کے دو پہلو سامنے لائے گئے سورۃ مطففین میں کم تولنا ماپنا۔ یہ درحقیقت علامت ہے آخرت کے انکار کی اور سورۃ الانشقاق میں نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ ایک شخص اپنے اہل وعیال میں خوش وخرم بھولا ہوا ہے کہ ایک دن وہ بھی آنا ہے کہ جب اسے جواب دہی کرنی ہے۔

اسی طرح اور آگے چلئے تو سورۃ اعلٰے اور سورۃ الغاشیہ کا جوڑا ہے۔ دونوں میں مشترک قدر یہ ہے کہ حضورؐ کو حکم دیا گیا فذکر ان نفعت الذکریٰ، آپ یاد دہانی کراتے رہیئے۔ آپؐ کا فرض منصبی یہی ہے۔ دعوت تبلیغ میں لگے رہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرمؐ عام طور پر جمعہ اور عیدوں کی نمازیں یہ دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے کہ ان دونوں نمازوں کے ساتھ خطبہ ہے۔

ور خطبہ کی غرض و غایت تذکیر ہے۔ یاد دہانی ہے۔ اس کے بعد پھر ایک حسین و جمیل جوڑا ہے جو سورۃ الفجر اور سورۃ البلد پر مشتمل ہے۔ اس وقت کے عرب معاشرے کا پورا پورا تفصیلی حال بیان کر دیا گیا۔ پھر چار سورتیں ہیں۔ جنہیں چار سورۃ نور و رحمت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا اس لئے کہ یہاں متضاد چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی آسمان کی بلندی ہے تو زمین کی پستی ہے' دن کی روشنی ہے تو رات کی تاریکی بھی

وَالفجر ولیال عشرٍ ہ اگلی سورۃ میں فرمایا لا اقسم بھٰذا البلد اس کے بعد فرمایا والشمس وضحھا تورات اور اس کی تاریکی اور دن اور اس کی روشنی اس کا ذکر ان تینوں سورتوں میں ہے فرمایا قَدْ افلح من زکھا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔

وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ہ اور جس نے اس کو اپنے خاکی وجود میں دفن کر کے رکھ دیا وہ ناکام ہوا۔ نامراد ہوا۔ اگلی سورۃ الضحیٰ میں نبی اکرمؐ سے خطاب آپؐ کی تسلی و تشفی اور دلجوئی اور اس طریقے سے الانشراح جو اسکے فوراً بعد آتی ہے۔ اسکے بعد سورۃ والتین ہے اس میں یہ بات سامنے لائی گئی ہے کہ انبیاء و رسل درحقیقت اپنی شخصیتوں کے اعتبار سے ثبوت ہیں اس کا کہ نوعِ انسانی کی جو تخلیق ہوئی ہے۔ وہ گھٹیا پیمانے پر نہیں ہوئی۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہ دلیل چاہیئے تو دیکھو ہمارے بندے محمدؐ۔ ہمارے بندے موسیٰؑ کو۔ جو کوہ طور پر ہم سے ہمکلام ہوئے، ہمارے بندے عیسیٰؑ کو جو زیتون کے جھنڈوں میں تبلیغ کرتے رہے۔ ہمارے بندے نوحؑ کو جو انجیر کے درختوں میں ان پہاڑوں پر کہ جہاں انجیر کے درخت بکثرت ہوتے ہیں دعوت تبلیغ دیتے رہے۔ اور پھر سورۃ اقراء یا سورۃ العلق ہے جس میں قرآن مجید کی پہلی وحی کی ابتدائی آیات شامل ہیں اسی طریقے سے یہ چھوٹی چھوٹی سورتیں انتہائی جامعیت کے ساتھ ہیں اسکے بعد چار پانچ سورتیں آتی ہیں جن میں بالخصوص قیامت کا ذکر ہے۔ اَلْقَارِعَۃُ ۙ مَا الْقَارِعَۃُ ۚ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ ؕ یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ ——— (آیت ۴، ۵، القارعہ)

اگلی سُورہ میں نقشہ کھینچا گیا ہے ۔کہ اے لوگو تمہیں کس بات نے غافل کیا ہے کہ تم قیامت کی فکر نہیں کرتے ۔ اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ (آیت ۱، ۲ ، التکاثر) یہاں تک کہ تم قبروں تک پہنچ جاتے ہو ۔ اس کے بعد سورۃ العصر ہے جس کے بارے میں پہلے بھی بیان آچکا ہے ۔ پھر آتی ہے "سُورۃ الھمزۃ" وہ سُورہ کہ جس میں نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ جب انسان پہ غفلت طاری ہوتی ہے تو اسکا کردار کتنی پستیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے ۔ اس کے بعد سُورۂ الفیل ہے اور پھر سورۃ القریش جس میں خاص طور پر قریش مکہ پر اللہ نے اپنے احسانات جتلائے اور انہیں دعوت دی ہے کہ ان احسانات کا حق اس طرح ادا کر سکتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور خدائے واحد کی پرستش کرو یہ جو تم نے خانہ کعبہ کو ایک بُت خانہ بنا کر رکھ دیا ہے اسکو اس نجاست سے پاک کرو۔ یہ پارہ ختم ہوتا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ قرآن مجید ختم ہوتا ہے معوذتین پر یہ دو عظیم سورتیں ہیں جن میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں تلقین فرمائی ہے کہ فلاں فلاں چیزوں کے شر سے میری پناہ طلب کرتے رہا کرو ، اس کے لئے ہم تمہیں بہترین کلمات تلقین فرماتے ہیں ۔ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ (آیت ۱ ، الفلق) اور قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ (آیت ۱ ، الناس) اور اس حسین وجمیل جوڑے پر یہ آخری پارہ بھی ختم ہوتا ہے اور پورا قرآن مجید بھی اپنے اختتام تک پہنچتا ہے۔

اللّٰھم انس وحشتنا فی قبورنا وارحمنا بالقراٰن العظیم ؕ

★

بلڈنگ ہارڈویر کے سامان کیلئے ہمیں خدمت کا موقعہ دیجئے
موسیٰ ہارڈویر اسٹور
۱۳ نسبت روڈ (براندرتھ روڈ) لاہور، فون: ۶۴۷۵۵

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ
فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ
وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید : ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے

بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲- ایمپریس روڈ - لاہور

سلسلہ تقاریر رسولِ کامل (صلی اللہ علیہ وسلم) ۸

انقلابِ نبوی کے بین الاقوامی مرحلے کا آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝

صدق اللہ العظیم

خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہونے کی حیثیت سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کا صرف اختتام ہی نہیں ہوا بلکہ اتمام و اکمال بھی ہوا ہے۔ نبی اکرمؐ دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ ایک بعثتِ خصوصی الیٰ اہلِ عرب اور ایک بعثت عمومی پوری نوعِ انسانی کی طرف۔ اگرچہ نظری طور پر تو یہ بھی ممکن تھا کہ آنحضورؐ اپنی ان دونوں بعثتوں کے ضمن میں اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کا آغاز بیک وقت فرما دیتے یعنی جیسے ہی آپ نے مکہ مکرمہ میں اپنی رسالت کا دعویٰ ظاہر فرمایا اُسی وقت آپؐ اُمراء و سلاطین کے نام بھی خطوط ارسال فرما دیتے۔ لیکن آپؐ نے اپنی دعوت و تبلیغ میں جس حکمت اور جس تدریج کو پیشِ نظر رکھا اُس کا یہ نتیجہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ ۶ھ تک جبکہ صلح حدیبیہ واقع ہوئی اور گویا کہ اہلِ عرب نے نبی اکرمؐ کی قوت کو تسلیم کر لیا، آنحضورؐ نے اپنی تمام تر توجہات اندرونِ ملک عرب مرتکز رکھیں اور بیرونِ ملک عرب اپنی کسی دعوتی کوشش کا آغاز نہیں فرمایا البتہ صلح حدیبیہ کے بعد آپؐ نے دعوتی نامہ ہائے مبارک ارسال فرمائے قیصرِ روم کے نام بھی، کسریٰ فارس کے نام بھی اور آس پاس کی دوسری چھوٹی حکومتوں جیسے مقوقس شاہِ مصر، نجاشی شاہِ حبشہ، رؤسائے یمامہ اور رؤسائے شام کے نام بھی۔ یہ بات واضح رہے کہ روم اور فارس کو گویا اُس وقت کی دو سُپر پاورز کی حیثیت حاصل تھی۔ آنحضورؐ کی اصل اہم سفارتیں اُنہی دو سلطنتوں کی طرف ارسال ہوئیں۔ حضرت دحیہ کلبیؓ قیصرِ روم کے دربار میں اور حضرت عبد اللہؓ بن حذافہ سہمی کسریٰ

کے دربار میں بھیجے گئے قیصر اور کسریٰ کا طرزِ عمل ایک دوسرے سے بالکل متضاد سامنے آیا - قیصر عیسائی تھا، صاحب علم تھا وہ جانتا تھا کہ نبی آخر الزماں کے ظہور کا وقت قریب ہے - اُس نے نامۂ مبارک کی بھی قدر کی اور آپ کے سفیر کی بھی عزت افزائی کی بلکہ ہمیں تاریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے ایک بھرپور کوشش کی کہ کسی طرح پوری سلطنت اُسی طرح اسلام کو قبول کرلے جیسے ماضی میں پوری سلطنتِ روما نے عیسائیت کو اختیار کیا تھا - تاکہ اُس کی بادشاہت اور حکومت کو کوئی گزند پہنچے لیکن افسوس وہ اس میں ناکام رہا اور یہی بادشاہت اور یہی سیادت اور دُنیوی اقتدار اُس کے پاؤں کی بیڑی ثابت ہوا اور وہ ایمان سے محروم رہ گیا - اسکے برعکس رویّہ سامنے آیا کسریٰ کا اُس نے نامۂ مبارک کو چاک کر دیا اور نہایت غیظ و غضب کے عالم میں اپنے یمن کے گورنر باذان کو یہ حکم بھیجا کہ محمد کو گرفتار کرکے (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے دربار میں پیش کیا جائے - حضورؐ نے اس پر یہ تبصرہ فرمایا کہ کسریٰ نے میرا خط چاک نہیں کیا بلکہ اپنی سلطنت کے پُرزے کر دیئے ہیں" جیسا کہ خلافتِ راشدہ کے دور میں یہ پیشگوئی فی الواقع پوری ہوئی - اسی طرح مقوقس شاہ مصر کی طرف سے بھی ہرقل قیصرِ روم ہی کا سا طرزِ عمل سامنے آیا بلکہ اُس نے حضورؐ کے نامہ مبارک کی تکریم بھی کی اور ہدایا بھی حضورؐ کی خدمت میں ارسال کئے - نجاشی والئ حبشہ پہلے ہی ایمان لا چکے تھے - الغرض نبی اکرمؐ کی دعوت و تبلیغ کا دائرہ اس طرح ملکِ عرب سے نکل کر اطراف و جوانب کی طرف وسعت اختیار کر گیا -

اسی ضمن میں یہ واقعہ پیش آگیا کہ روسائے شام میں سے ایک شخص شرحبیل بن عمر نے نبی اکرمؐ کے سفیر حضرت حارث ابن عمیرؓ کو شہید کر دیا - یہ تھا وہ واقعہ جس کے نتیجے میں قصاص کے لئے نبی اکرمؐ نے ایک جیش روانہ فرمایا اور یہ گویا کہ تمہید ہو گئی سلطنت روما کے ساتھ ایک مسلح تصادم کی - چنانچہ تین ہزار کا ایک لشکر نبی اکرمؐ نے حضرت زید ابن حارثہؓ کی سرکردگی میں اس قتل کے قصاص کے لئے روانہ کیا اُدھر سے شراجیل بن عمر ایک لاکھ کا لشکر لے کر چلا - جب حضرت زید ابن حارثہؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے مجلسِ مشاورت منعقد کی - تین ہزار اور ایک لاکھ کے مابین ظاہر ہے کہ کسی مقابلے کا کوئی سوال نہیں تھا! لیکن صحابہ کرامؓ

نے اس بات کو سامنے رکھا کہ ہم تو اصل میں شہادت کے طلبگار ہیں ہمارے لئے فتح یا شکست بے معنی ہے۔ ہمیں تو جامِ شہادت نوش کرنا ہے۔ چنانچہ موتہ کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ حضرت زید ابن حارثہؓ شہید ہوئے۔ حضورؐ کے حکم کے مطابق ان کے بعد حضرت جعفر طیارؓ نے علم سنبھالا۔ وہ بھی شہید ہوئے اور ان کے جسم پر زخموں کو گنا گیا تو ۹۰ زخم تھے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے علم سنبھالا وہ بھی شہید ہوئے اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے کمان سنبھالی جنہیں حضورؐ نے اسی معرکے میں صحابہؓ کو کامیابی سے دشمن کے نرغے سے بچالانے پر سیفٌ مِنْ سیوفِ اللّٰہ کا خطاب عطا فرمایا۔ اگرچہ مقابلہ تو بہر حال نہیں ہو سکتا تھا اور عام معنی میں فتح حاصل ہونی عقلاً محال تھی۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے کمال تدبیر کے ساتھ اپنے لشکر کو غنیم کے نرغے سے نکال لیا اور واپس تشریف لے آئے۔ جنگ موتہ جو ۸ھ میں ہوئی ہے۔ جمادی الاولیٰ کے مہینے میں۔ یہ گویا کہ پہلا مسلح تصادم تھا نبی اکرمؐ کی قائم کردہ اسلامی ریاست کا وقت کی ایک عظیم مملکت سلطنتِ روما کے ساتھ۔

اس کے بعد کچھ خبریں ملنی شروع ہوئیں کہ رومی فوجیں جمع کر رہے ہیں اور حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ غسان کے تمام قبائل مجتمع ہو کر مدینہ منورہ کی طرف پیش قدمی کے نقشے بنا رہے ہیں تو نبی اکرمؐ نے خود اپنی طرف سے اقدام فرمانے کے لئے تمام مسلمانوں میں ایک نفیرِ عام کا اعلان کروایا یہ وقت گویا کہ بڑا ہی نازک تھا سلطنتِ روما کے ساتھ ٹکراؤ کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ سلطنت کہ جس کے پاس لاکھوں کی (STANDING ARMIES) موجود تھیں جن کی فوجیں پوری طرح تربیت یافتہ اور قواعدِ حرب سے پورے طور پر آگاہ اور ہر طرح کے اسلحہ سے پورے طور پر مسلح تھیں اُن کے ساتھ تصادم کا مرحلہ درپیش تھا چنانچہ نفیرِ عام ہوئی کہ ہر صاحبِ ایمان کو اس معرکے میں شرکت کے لئے نکلنا ضروری ہے۔ حضورؐ کی حیاتِ طیبہ میں صرف اسی موقع پر نفیرِ عام ہوئی ہے جسے غزوہ تبوک یا سفرِ تبوک کا نام دیا گیا ہے۔ جو ۹ھ میں پیش آیا۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ شدید گرمی کا موسم تھا۔ ایک طویل مسافت طے کرنی تھی۔ سلطنتِ روما سے ٹکراؤ

تھا۔ قحط کی کیفیت تھی۔ اجناس کی کمی تھی۔ رسد ساتھ لیجانے کے لئے موجود نہ تھی۔ اُس وقت اہلِ نفاق کا نفاق پوری طرح نمایاں ہو کر سامنے آیا۔ چنانچہ سُورۃ توبہ میں جہاں اُس وقت کے حالات پر بڑا بھرپور تبصرہ ہے۔ منافقین کی طرف سے اس ضمن میں جو جو کچھ کہا گیا۔ اُس کا پُورا ذکر موجود ہے۔ الغرض اہلِ ایمان نے پورے صبر اور ثبات کے ساتھ نبی اکرمؐ کی پُکار پر لبیک کہا۔ تیس ہزار صحابہ کرام کا لشکر لے کر نبی اکرمؐ نے تبوک کی طرف کوچ کیا جس میں دس ہزار کا رسالہ بھی شامل تھا۔ حضورؐ سرحدِ شام پر پہنچ کر تبوک کے مقام پر قیام پذیر ہوئے۔ اور بیس دن تک حضورؐ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں قیام فرما رہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ہرقل قیصر رومؒ نے مقابلے سے پہلو تہی اختیار کی اور اُس کا سبب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وُہ صاحبِ علم تھا اور حضرت مسیح علیہ السّلام کا نام لیوا، آسمانی کتابوں کو جاننے والا تھا۔ وہ پہچان چکا تھا کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں (صلے اللہ علیہ وسلّم) تو گویا کہ یہ بات اُس کے سامنے بالکل واضح تھی۔ کہ اللہ و رسُولؐ سے مقابلے کرنے کے معنی یقینی شکست کے ہیں لہٰذا وہ پہلو تہی کرتا رہا۔ طرح دیتا رہا۔ مقابلے میں نہ آیا حالانکہ اُس کے پاس لاکھوں کی تعداد میں مسلح فوج موجود تھی۔ تبوک میں حضورؐ بیس دن تک قیام فرما رہے۔ آس پاس کے رئیس اور آس پاس کے جو بھی قبائل تھے ان کے سردار آ کر حضورؐ کے ساتھ اطاعت کا عہد و پیمان کرتے رہے اور اس طرح عرب کی جو ایک اسلامی ریاست قائم ہوئی تھی۔ اُسے گو یا کہ جزیرہ نماعرب میں پورا استحکام حاصل ہو گیا۔ اس کا رُعب پورے عرب پر چھا گیا اور اسکی دھاک اطراف و جوانب پر بیٹھ گئی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی مسلح تصادم کے مدینہ تشریف لے آئے۔

اس کے بعد اپنے مرضِ وفات میں نبی اکرمؐ نے پھر ایک جیش تیار کر دیا تھا۔ جس کی سرکردگی حضرتِ زیدؓ ابن حارثہ کے فرزند حضرتِ اسامہؓ ابن زید کو دی گئی تھی یہ ہے درحقیقت تمہید اُس تصادم کی جو نبی اکرمؐ کی حیاتِ دنیوی کے آخری دَور میں وقت کی دو عظیم ترین سلطنتوں کے ساتھ جس کا آغاز ہو گیا تھا اور یہی بعد میں خلافتِ راشدہ کے دوران اسلامی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہُوا۔

۹ھ میں نبی اکرمؐ نے حج کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ کو امیرِ حج کی حیثیت سے متعین فرما کر روانہ کیا - لیکن جبکہ حضرت ابوبکرؓ روانہ ہو چکے تھے سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں - گویا کہ حضورؐ کو حکم دے دیا گیا کہ اعلان عام کر دیا جائے اس حج کے موقع پر تمام مشرکین کے لئے کہ عرب کے تمام وہ لوگ کہ جو شرک پہ کاربند رہنا چاہیں - وہ کان کھول کر سن لیں کہ اب اُن کے ساتھ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے کوئی معاہدہ نہیں ہے - اور ان سے کامل برأت ہے -

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ)

" اعلان برأت ہے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے ان مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کئے تھے - پس تم لوگ ملک میں چار مہینے اور چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ کہ اللہ منکرین حق کو رسوا کرنے والا ہے ـــ اعلان عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حجِ اکبر کے دن تمام لوگوں کے لئے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اُس کا رسول بھی "

اب اُن کو آخری اَلٹی میٹم دیا جا رہا ہے کہ چار مہینوں کی مدت کے ختم ہونے کے فوراً بعد اُن کے خلاف عام اقدام شروع کر دیا جائے گا - اب یا وہ اسلام قبول کریں اور اگر کفر اور شرک پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو جزیرہ نمائے عرب کو خیر باد کہہ کر جہاں سینگ سمائیں چلے جائیں -

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علیؓ یہ اعلانِ عام کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور ۹ھ کے حج کے موقع پر یہ اعلانِ عام ان قبائل کے وفود کے سامنے کر دیا گیا جو حج کیلئے آئے ہوئے تھے -

سنہ ھ میں آپ بنفسِ نفیس تشریف لاتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے اس حج کے موقع پر معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے کونے کونے سے سوا لاکھ کے قریب صحابہ کرامؓ جمع ہوئے گویا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیئیس ۲۳ برس کی محنتِ شاقہ کا حاصل میدانِ عرفات میں جمع ہو گیا۔ اس موقع پر حضورؐ نے عرفات میں بھی خطبہ دیا، منیٰ میں بھی خطبے ارشاد فرمائے اور ان ہی خطبات کو یکجا کر کے خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس میں ایک جانب تو حضورؐ نے ابتدا ہی میں اپنے وصال کی خبر دے دی کہ :-

"لوگو شاید کہ دوبارہ اس مقام پر ملنا نصیب نہ ہو"

اُس کے بعد آپ نے اپنی تعلیمات کو Finishing Touches دیئے اہم چیزوں کا دوبارہ اعادہ کیا۔ اُسی کے ضمن میں آپ نے فرمایا:

"پوری نوعِ انسانی سماجی اعتبار سے بالکل برابر ہے کسی انسان کو کسی دوسرے انسان پر کوئی فضیلت نہیں۔ کسی عرب کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر۔ کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں"

یہ وہ چیز ہے جس کا بالخصوص ذکر کرتا ہے ایچ۔ جی۔ ویلز اور یہ اعتراف کرتا ہے کہ یہ اُصول جو محمد عربیؐ نے بیان فرمایا یہ محض ایک وعظ نہیں تھا واقعتاً محمدؐ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی اصولوں پر ایک معاشرہ بالفعل قائم کر دیا۔

خطبے کے آخر میں اب حضورؐ نے لوگوں سے ایک سے سوال کیا۔

اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ "لوگوں میں نے پہنچا دیا یا نہیں؟"

اور مجمع عام نے بیک زبان یہ جواب دیا۔

اِنَّا نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ اَدَّيْتَ وَ نَصَحْتَ

"ہاں! حضورؐ ہم گواہ ہیں۔ آپ نے حقِ تبلیغ ادا کر دیا۔ حقِ امانت ادا کر دیا حقِ نصیحت ادا کر دیا۔"

حضورؐ نے تین مرتبہ سوال کیا۔ اور تینوں ہی مرتبہ پورے مجمع نے یہی جواب دیا اور اس کے بعد آپ نے تین ہی مرتبہ انگشتِ شہادت سے اشارہ کیا: آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی۔ اشارہ پہلے آسمان کی طرف اور پھر لوگوں کی طرف۔

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ - اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ - اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ -

"اے اللہ تو بھی گواہ رہ - اے اللہ تو بھی گواہ رہ - اے اللہ تو بھی گواہ"

یہ گویا کہ عملی تفسیر ہے سورۂ فتح کی اس آیت کے آخری حصّہ کی کہ :-

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے"

اس کے بعد آپؐ نے آخری بات فرمائی :-

"مسلمانو! میرا کام ابھی مکمل نہیں ہوا" بقول علامہ اقبال مرحوم

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

پورے عالمِ انسانیت تک اس پیغام کو پہنچانا اب تمہارے ذمے ہے -

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ -

"اب چاہیئے کہ پہنچائیں وہ جو یہاں موجود ہیں اُن کو جو یہاں موجود نہیں ہیں"

فَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ط

احتیاط ملحوظ رہے!

"قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں - ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں" (ادارہ)

ماہنامہ محدّث لاہور

زیرِ ادارت:

حافظ عبدالرحمٰن صاحب مدنی

کتاب و سنّت کی روشنی میں

● اپنی دینی واخلاقی اقدار کو اجاگر کرنے
● دین و دنیا کے مسائل میں رہنمائی حاصل کرنے
● اور اپنی آخرت کو سنوارنے کے لئے

اس کا مطالعہ یقیناً آپ کے لئے سود مند

ثابت ہوگا (ان شاء اللہ)

آج ہی خریدار بنئے!

زرسالانہ -/١٥ روپے قیمت فی شمارہ ۵٠/١ روپے

دفتر رابطہ:

٩٩ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ١٤

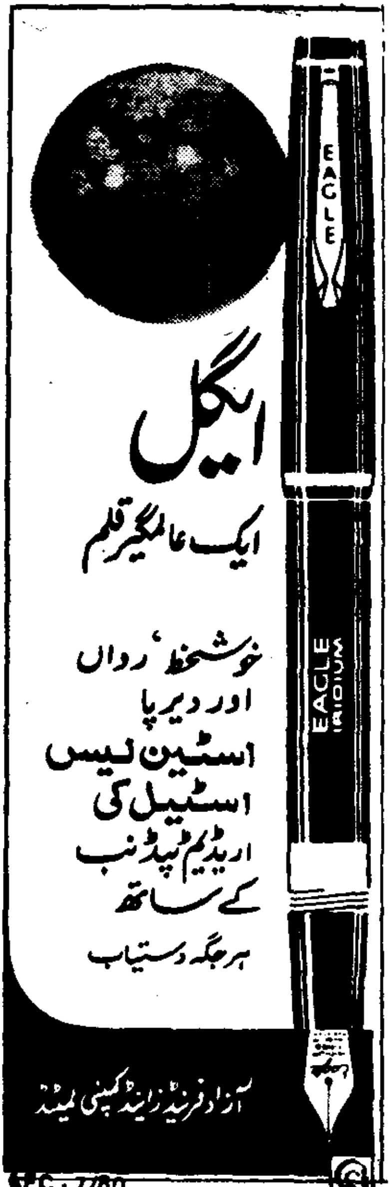

ابوالکلامیات

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

مرسلہ: ڈاکٹر شیر بہادر خاں پنّی ، (ایبٹ آباد)

محترمی

السلام علیکم اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا -

زمانہ کی بے ذوقی، کجروی اور بداعمالی کو دیکھتے ہوئے "الہلال" مرحوم سے ایک طویل مقالے بہ عنوان "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی تلخیص ارسال خدمت کر رہا ہوں - اگر مناسب سمجھیں، تو "میثاق" میں طبع فرما دیں -

یہ مضمون "الہلال" مرحوم کے شمارے اگست ۱۹۱۲ء کے تین نمبروں میں شائع ہوا تھا - اور تیرہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے - "الہلال" بڑی تقطیع پر اور باریک ٹائپ میں چھپا کرتا تھا - چوتھا نمبر بھی لکھنے کے ارادہ کا اظہار فرمایا تھا - لیکن لکھ نہ سکے - مولانا آزادؒ "اطناب و ایجاز" کے بادشاہ تھے - لیکن عادت شریف یہ تھی - کہ جو مسئلہ بھی سامنے آتا اس پر تفصیل سے لکھتے کہ اس کے اطراف و جوانب، روشنی میں آجاتے - زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکے - میں اس مضمون کی تلخیص، ان کے الفاظ ہی میں پیش کر رہا ہوں - جو حصے حذف کر رہا ہوں - وہ مجبوراً کر رہا ہوں کہ زمانہ کا ذوق ان چیزوں کا خواہاں نہ رہا - زندگی کی دوڑ "الھکم التکاثر" کا نقشہ پیش کر رہی ہے پھر بھی — نوا را تلخ ترمے زن چو ذوق نغمہ کم یابی — پر عمل کر رہا ہوں -

(شیر بہادر خاں پنّی)

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے "الہلال" ۱۹۱۲ء میں "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے عنوان سے مفصل اداریئے لکھے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

" اسلام نے اپنی تعلیم و دعوت اور اپنی اُمّت کے قیام و بقا کے لئے اوّلیں نظام بنیادی ایک اصول قرار دیا ہے اور اُس کو وہ "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" سے تعبیر کرتا ہے :۔

۱ - ولتکن منکم اُمّة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واُولٰئک ھم المفلحون :۔

تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیئے جو دُنیا کو نیکی کی دعوت دے۔ بھلائی کا حکم کرے اور بُرائی سے روکے۔ وہی فلاح یافتہ ہیں۔

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بطور ایک اصول کے پیش کیا ہے۔ اور بظاہر مسلمانوں میں سے ایک گروہ خاص کا اُس کو فرض قرار دیا ہے۔ لیکن اسی رکوع میں آگے چل کر دوسری آیت ہے :۔

۲ - کنتم خیر اُمّة اخرجت للناس، تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ۔

تمام اُمتوں میں تم سب سے بہتر اُمت ہو۔ کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو۔ اور بُرائی سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ایک تیسری آیت میں مسلمانوں کا یہ مِلّی امتیاز اور قومی فرض زیادہ نمایاں طور پر بتلایا ہے۔

۳ - وکذٰلک جعلنٰکم اُمّة وسطًا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا :۔

اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی اور وسط کی اُمّت بنایا تاکہ لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ ہو اور تمہارے مقابلے میں تمہارا رسول گواہ ہو۔

تفسیر آیات : ان تینوں آیتوں میں خدا تعالےٰ نے خاص طور پر مسلمانوں کا اصلی مشن، مقصدِ تخلیق، قومی امتیاز اور شرفِ خصوصی اسی چیز کو قرار دیا ہے کہ گو دُنیا میں اعلانِ حق ہر برگزیدہ ہستی اور جماعت کا فرض رہا ہو۔ مگر مسلمانوں کا

تو سرمایہ زندگی یہی فرض ہے - وہ دُنیا میں اس لئے کھڑے کئے گئے ہیں کہ خیر کی طرف داعی ہوتے ہیں - نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی کو جہاں کہیں دیکھتے ہیں - اپنے تئیں اس کا ذمہ دار سمجھ کر روکتے ہیں - آخری آیت میں کہا کہ تم کو ایک وسطی ملت بنایا گیا تاکہ تم اولین و آخرین کے لئے گواہ بن سکو - اور اس امر پر : کہ تم نے اپنا یہ فرض ادا کیا یا نہیں - تمہارا رسول امین اللہ کے آگے گواہ ہو -

اخلاق کے تمام دفتر کا متن قرآن کا یہی اصول ہے - دُنیا میں سوسائٹی کے آداب اور قانون کا احتساب بھی اسی اصل اصول پر قائم ہے -

گو تفصیل کا موقع نہیں - مگر اِن آیات کے متعلق چند تفسیری اشارات کر دینا نہم مقصد میں معین ہوگا -

امر بالمعروف حکم عام ہے

دوسری آیت میں اس لیئے (المعروف) اور (المنکر) پر الف لام، استغراق کیلئے آیا - تاکہ (بقول امام رازی) معروف اور منکر میں کوئی تخصیص و تحدید باقی نہ رہے - اور ظاہر ہو جائے کہ وہ ہر نیکی کے لئے آمر اور ہر بدی کے لئے ناہی ہیں - عام اس سے کہ وہ کہیں ہو اور کسی صورت میں ہو -

مُسلمانوں کے ملّی شرف و فضیلت کی علّت

(خیر اُمّۃ اخرجت للناس) کے بعد امر بالمعروف کا ذکر کیا اور یہ اس لئے کہ پہلے وصف بیان کر کے پھر اُس کی علّت بیان کی جائے یعنی مسلمانوں کا بہترین ہونا صرف اُن کے اس وصف پر منحصر ہے کہ وہ آمر بالمعروف و ناھی عن المنکر ہیں - خیر کی دعوت دیتے ہیں اور شر سے روکتے ہیں - اور یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ وصف امتیازی اُن سے جاتا رہے تو پھر وہ بہترین اُمّت ہونے کے شرف سے بھی محروم ہو جائیں، اور ان کا اصلی قومی امتیاز اُن میں باقی نہ رہے -

تیسری آیت کی تفسیر

تیسری آیت میں اُن کو وسط کی اُمّت قرار دیا اور پھر اُس کا سبب یہ بیان کیا گیا - کہ "تاکہ تم لوگوں کے لئے گواہ ہو" افسوس ہے کہ ایسی صاف اور سلجھی ہوئی بات

میں بھی ہمارے بعض مفسّرین نے لاحاصل بحثیں پیدا کر دیں اور اس بحث میں پڑ گئے کہ یہ شہادت دُنیا میں ہو گی یا آخرت میں ؟ اسلام کا اصلی کارنامہ فانی دُنیا ہی کی اصلاح تھا ۔ مگر مفسّرین اس کی طرف سے اس درجہ غافل ہیں کہ ہر شے کو آخرت ہی پر اُٹھا رکھنا چاہتے ہیں ۔ ایک دوسرے موقع پر اسی شہادت کا حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی زبانی ذکر کیا گیا کہ : کُنت علیھم شھیدًا مادُمت فیھم ۔ (میں اپنی امت پر شاہد تھا جب تک میں اُن میں موجود تھا) اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی اپنی اُمت میں دُنیا کے اندر ہی موجود تھے ۔ نہ کہ آخرت میں پس یہاں بھی شہادت سے وہی شہادت مُراد ہے جو دُنیا کی زندگی میں انجام دی جا سکتی ہے ۔ . . . .

اُمتہ وسطًا اصل یہ ہے کہ خدا تعالٰے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مسلمانوں کا فرض منصبی قرار دیا اور فی الحقیقت ایسا کرنا دُنیا میں عدل حقیقی کو قائم کرنا تھا ۔ بُرائی اگر روک دی جائے اور نیکی کو رائج کیا جائے تو دُنیا کے نظم کے قوام کا اس کے علاوہ اور کیا اعتدال ہو سکتا ہے ؟ عدل کے معنی عدم افراط و تفریط ، یعنی کسی شے کا نہ زیادہ ہونا اور نہ کم ہونا اور یہ درجہ مقام (وسط) اور درمیانی ہے ۔ . . . .

گناہ ، معصیت ، فسق ، جُرم اور ہر وُہ شے جس کا شمار بُرائیوں اور بدیوں میں ہے فی الحقیقت بے اعتدالی اور افراط و تفریط ہی کا نام ہے ۔ اس کے مقابلہ میں نیکی اور خیر کو صرف ایک ہی لفظ " عدل ، سے تعبیر کیجیئے کہ وُہ شے جس میں عدل پایا جائے ، یقیناً نیکی اور عملِ خیر ہے ۔ قرآن ہر جگہ ہر طرح کے محاسن و فضائل کو اسی جامع و مانع لفظ سے تعبیر کرتا ہے ۔ اس کی اصطلاح میں صراطِ مستقیم توازن قسط ، میزان الموازین ، قسطاس المستقیم اور عدم تطفف اور اسی طرح کے بیسیوں الفاظ اسی ایک مقامِ عدل سے عبارت ہیں ۔ وہ ہر جگہ اور ہر تعلیم میں لاتعتدوا (زیادتی مت کرو) اور اعدلوا (عدل کرو) کے اصول کی دعوت دیتا ہے اور اسی راہ عدل کو اقرب الی التقوٰی بتلاتا ہے ۔ اس کی تعلیم کا خلاصہ ہر شے میں ، خواہ وہ اُس کی عبادت اور بندگی ہو اور خواہ اُس کی راہ میں خیرات و بخشش ہی کیوں نہ ہو ، جیسے

لاتجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورًا (۱۶ – ۳۲) اور اپنا ہاتھ نہ تو اس طرح سیکڑ کہ گویا گردن میں بندھ گیا ہے اور نہ بالکل پھیلا ہی دو، ورنہ تم خالی ہاتھ بیٹھے رہ جاؤ گے اور لوگ تم کو ملامت کریں گے - ہر کام کے لئے اس آیت میں اعتدال کی ایک جامع مثال بیان کر دی گئی ہے -

امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے مقصود قیام عدل ہے

پس جیسا کہ ہم نے ابتدا میں اس طرف اشارہ کیا تھا، جس جماعت کا فرض دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہوگا وہ دنیا میں ایک ایسی طاقت ہوگی جو صرف نیکی ہی کی خاطر دنیا میں بھیجی گئی ہے - اور چونکہ نیکی عبارت ہے عدل سے، اور بدی اس کے عدم سے، اس لئے فی الحقیقت وہ عدل کو قائم رکھنے والی جماعت ہوگی -

اب عدل کی حقیقت پر غور کیجئے تو وہ فی الحقیقت ہر شے کی وسطی اور درمیانی حالت کا نام ہے - کسی ایک طرف جھک پڑے تو یہ افراط و تفریط ہے - لیکن ٹھیک ٹھیک درمیان میں اس طرح کھڑی رہے کہ بال برابر جگہ بھی کسی طرف زیادہ نہ جھکی ہو، تو اس کا نام، اعتدال اور عدل ہوگا - قرآنِ کریم اس کی نہایت عمدہ مثال دی ہے - ایک جگہ فرمایا :-

وزنوا بالقسطاس المستقیم، ذٰلك خیرٌ واحسنُ تاویلا: ۱۷ : ۳۷

ترجمہ :- جب کسی چیز کو تولو، تو ترازو کی ڈنڈی سیدھی رکھو - (تاکہ وزن میں دھوکہ نہ ہو) یہی طریق خیر اور نیک انجام ہے -

دوسری جگہ ایک سورت اس جملہ سے شروع کی ہے :

ویل للمطففین (۸۳ : ۱) ماپ تول میں کم دینے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے -

عدل کے لئے سب سے زیادہ مشاہدے میں آنے والی اور عام فہم مثال ترازو کی تھی - کہ اس کے تمام اعمال کی صحت کا دار و مدار محض اس کی اوپر کی سوئی پر ہے - جب تک وہ ٹھیک ٹھیک اپنے وسط میں قائم نہ ہو جائے - وزن کا

اعتبار نہیں کیا جاسکتا جوں ہی دونوں پلّوں کا وزن مساوی ہوگا۔ معاً سوئی بھی وسط میں آکر ٹھہر جائے گی۔

اسی لئے قرآن نے اکثر مقامات میں ترازو کی مثال سے کام لیا ہے اور قیامت کے دن بھی انسانی اعمال کا فیصلہ اسی کے ہاتھ ہوگا فامّا من ثقلت موازینہٗ فھو فی عیشۃ راضیہ - واما من خفت موازینہ فامّہ ھاویہ - یہی سبب ہے کہ وسط کو عدل کے معنوں میں بولا جاتا ہے - اور فی الحقیقت (وکذلک جعلناکم اُمۃ وسطاً) میں بھی وسط سے مراد عدل ہے -

جس جماعت کا فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو اُس سے بڑھ کر اور کون سی جماعت عنداللہ اور عندالناس عادل ہوسکتی ہے؟ پس خدا تعالےٰ نے فرمایا "ہم نے تم کو تمام دنیا کے لئے عدل قائم کرنے والی اُمّت بنایا تاکہ دُنیا کے لئے تم ایک گواہِ عادل کی حیثیت سے شہادت دے سکو"

خود قرآن مجید بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے

ایک موقع پر فرمایا (قال اوسطھم) اور وہاں بلا اختلاف (اوسطھم سے مراد (اعدلھم) ہی ہے: امام رازی نے بروایت قفال ایک حدیث بھی درج کی ہے کہ آنحضرت نے خود اس کی یوں تفسیر فرمائی: اُمّۃ وسطاً ای عدلاً - اس کے علاوہ مشہور حدیث: خیر الامور اوسطھا میں بھی اوسط بمعنی اعدل استعمال کیا گیا ہے یعنی بہتر کام وُہ ہیں جو ان میں مطابق عدل ہوں - آں حضرتؐ کی نسبت کہا جاتا ہے - کہ اوسطِ قریش نسباً - اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ اوسط، اعدل ہی کے معنی میں بولا گیا ہے - اور اسی بنا پر اس آیت سے (اجماع) کے حُجت پر استدلال کیا جاتا ہے - کہ جب اُمّت کی عدالت نص سے ثابت ہوگئی تو اُس کا اجماع یقیناً گمراہی و فساد سے محفوظ ہوگا -

پہلی اور دوسری آیت میں تطبیق

پہلی اور دوسری، دونوں آیتوں میں خدا تعالےٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فرض کا ذکر کیا - لیکن پہلی آیت میں بظاہر الفاظ تمام

اُمت کے لئے نہیں ۔ بلکہ اُمت میں سے ایک جماعتِ خاص کے لئے اس کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے :۔

ولتکن منکم اُمۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف

تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیئے جو خیر کی طرف بُلائے اور نیکی کا حکم دے ۔

لیکن دوسری آیت میں کسی ایک جماعت کی تخصیص نہیں ہے ۔ تمام اُمت کا امتیازِ ملی اسی فرض کو قرار دیا ہے :

کنتم خیر اُمۃ اُخرجت للناس تامرون بالمعروف (الخ)

تم سب میں بہتر اُمت ہو ۔ اس لئے کہ نیکی کا حکم دیتے ہو ۔ (الی آخرہ)

دونوں آیتیں ایک ہی سُورت اور ایک ہی رکوع میں ہیں پھر دونوں میں اختلاف کیوں ہے ؟ پہلی میں یہ فرض محدود و مخصوص اور دوسری میں عام ۔

عام خیال یہ ہے کہ پہلی آیت میں خدا تعالےٰ نے جن فرائض کا ذکر کیا ہے ۔ اُن میں سے ہر فرض اپنی تکمیل کے لئے علم کا محتاج ہے ۔ دعوت الی الخیر کے لئے ضروری ہے کہ اعمالِ خیر کا علم ہو ۔ امر بالمعروف کیونکر انجام پا سکے گا جبکہ وہ کام معلوم نہ ہونگے جن پر معروف کا اطلاق ہو سکتا ہے ۔ ؟ نہی عن المنکر تو اور زیادہ علم و فضل اور درس و تدریس کا محتاج ہے ۔ کیونکہ منکرات میں تمام محرمات و مکروہات فقہیہ داخل ہیں اور جب تک اُن کا علم نہ ہو ، کیونکر اُن سے روکا جا سکتا ہے :

اس تفسیر کی بناء پر فیصلہ کر لیا گیا ہے ۔ کہ اس آیت (و لتکن منکم) میں (من) تبعیض کے لئے آیا ہے اس سے صرف ایک گروہ محدود (علماء) مراد ہے اور یہ تینوں باتیں صرف اُنہی کے فرائض میں داخل ہیں ۔۔۔

علماء نے اس فرضِ عام کو اپنے لئے مخصوص کر لیا

لیکن درحقیقت یہ خیال عملاً اور اعتقاداً ایک ایسی خطرناک غلطی تھی ۔ جس کو نہیں سمجھتا کہ کن لفظوں سے تعبیر کروں ؟ ان تیرہ سو برس میں اسلام کو اُن تمام غلط فہمیوں سے سابقہ پڑا جو اُس سے پہلے اُمم سابقہ کو پیش آ چکی ہیں ۔ لیکن کسی سخت سے سخت تحریف نے بھی مسلمانوں کو

ایسا لاعلاج نقصان نہیں پہنچا یا جیسا اس غلطی سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے - اسلام کی وُہ دعوتِ الٰہی جو ایک عالمگیر اصلاح اور بین الملی جامعہ کے قیام کے لئے آئی تھی - اسی غلط فہمی سے زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی - خلافت و نیابتِ الٰہی کا وہ شرف جو مسلمانوں کو عطا کیا گیا تھا - اور جس کی وجہ سے بہ حیثیت ملّی وہ تمام عالم میں خدا کا مقدس دستِ عمل تھے، بدبختانہ اسی غلط فہمی سے خاک میں ملا - رہنمائے روحانی اور پیشوایانِ مذہب نے جو مشرکانہ اختیارات اپنے لئے مخصوص کر لئے تھے - اور جن کی غلامی سے دُنیا کو نجات دلانا اس دینِ الٰہی کا اصلی مشن تھا اُس کی بیڑیاں پھر اسی غلط فہمی کی لعنت سے مسلمانوں کے پاؤں میں پڑیں اور ایسی پڑیں کہ اب تک نکل نہ سکیں - چالیس کروڑ فرزندانِ الٰہی جن کو اپنے اعمال حسنہ سے دُنیا میں خدا کی تقدیس کا تختِ جلال بننا تھا، آج اپنی بداعمالیوں سے تمام قومی جرائم اور ملّی معاصی میں گرفتار ہیں - اور قہرِ الٰہی کو مدّتوں سے دعوت دے رہے ہیں، یہ وہی معاصی ہیں جن کی پاداش میں اقوامِ گزشتہ سے خدا نے اپنا رشتہ توڑا تھا - جن کی وجہ سے داؤدؑ کے بنائے ہوئے ہیکل سے روٹھ کر رحمتِ الٰہی نے اسماعیلؑ کی چُنی ہوئی دیواروں کو اپنا گھر بنایا تھا - اور پھر جن کی وجہ سے بنی اسرائیل کو اپنی نیابت سے معزول کر کے مسلمانوں کو اس پر سرفراز فرمایا تھا:

ولقد اهلكنا القرون من قبلكم لما ظلموا وجاءتهم رسلهم بالبينات وما كانوا ليومنوا - كذلك نجزي القوم المجرمين - ثم جعلناكم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعملون (١٣-١٤

اور تم سے پہلے کتنی قومیں گزر چکی ہیں کہ جب اُنہوں نے ظلم و معاصی پر کمر باندھی - تو ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا - اُن کے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے - مگر اُنہیں ایمان نصیب نہیں ہوا - مجرموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں - پھر اُن کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے تم کو دنیا کی بادشاہت دے کر اُن کا جانشین بنایا - تاکہ دیکھیں کہ کیسے عمل کرتے ہو -

لیکن یہ سب کچھ کیوں کر ہُوا ؟ اس طرح کہ اعتقاد ہی سے عمل وجود پذیر ہوتا ہے - اس غلط فہمی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ (امر بالمعروف) جو دراصل ہر فرد اسلامی کا فرض تھا - اور صحابۂ کرامؓ کی زندگی اس کی عملی شہادت ہمارے سامنے ہے - وہ روز بروز ایک محدود دائرے میں سمٹتا گیا - اور سمٹتے سمٹتے ایک غیر محسوس نقطہ بن کر رہ گیا - اب اس کے وجود میں بھی شک ہے -

دُنیا کے تمام مذاہب کے انحطاط و ہلاکت کی ایک بڑی علت رہنمائے مذہبی کا معبودانہ اقتدار ہے - اسلام نے اس زہر کا تریاق اسی اصل اصول کو تجویز کیا تھا - کہ امر بالمعروف کی خدمت کو اس طرح عام اور ہر فرد ملّت پر پھیلا دیا جائے - کہ پھر کسی مخصوص گروہ کو ذریعہ اقتدار حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملے اور ہندوؤں کے برہمنوں اور عیسائیوں کے رومن کیتھولک فادروں کی طرح، مذہبی دعوت و اصلاح کی کوئی جماعت اپنی اقلیم حکمرانی نہ بنا لے کہ یَفۡعَلُ مَا یشاء ویحکم ما یرید - لیکن اب صدیوں سے دیکھئے تو مسلمان جن بیڑیوں کو کاٹنے آئے تھے اُن سے خود اُن کے پاؤں بوجھل ہو رہے ہیں اس فرض منصبی کو علماء نے اپنا موروثی حق بنا لیا ہے۔ . . . . . . تمام قوم اپنے اس فرض کی طرف سے غافل و بے خبر ہے اور جہل مذہبی کے سبب سے (علماء) کے اس غصب حقوقِ عامہ پر قانع ہو گئی ہے - خدا کی حکومت کوئی بھی اپنے اوپر محسوس نہیں کرتا - نیکیوں کی طرف سے سب کی آنکھیں بند ہیں - اور بُرائیوں پر سے ہر شخص اس طرح گزر جاتا ہے - گویا اُس کے کان سننے کے لئے اور آنکھیں دیکھنے کے لئے ملی ہی نہیں :-

فانہا لا تعمی الابصار، ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

(۲۲ : ۶۴)

دونوں آیتوں کا منشاء ایک ہے

حقیقت یہ ہے - کہ دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں - دونوں کا منشاء ایک ہے اور دونوں اس فرض کو بغیر کسی تخصیص و تحدید کے، ہر قائل کلمۂ توحید کا فرض قرار دیتی ہیں - البتہ پہلی آیت میں (ولتکن منکم) کا لفظ اشتباہ پیدا کرتا ہے کہ (منکم) بیان

تبعیض کے لئے ہے - یعنی تم میں سے بعض لوگوں کی ایک جماعت اس فرض کو اپنے ذمّے لے لے - لیکن چونکہ آگے چل کر دوسری آیت نے اس فرض میں تمام اُمّت کو شامل کر لیا ہے - اس لئے یہاں (منکم) کو تبعیض کے لئے قرار دینا، غلط ہے بلکہ وُہ یقیناً توضیح و تبیین کے لئے آیا ہے جیسا کہ ہر زبان کے محاورے عموماً بولا کرتے ہیں - مثلاً عربی میں کہیں گے :للامیر، من غلمانہ عسکر وبفلان من اولادہ جُند - یعنی امیر کے لڑکوں سے فوج کے سپاہی ہیں اور فلاں شخص کی اولاد سے لشکر مرتب ہو رہا ہے - تو اس سے امیر کے تمام لڑکے مراد ہوں گے نہ کہ بعض - خود قرآن میں ایک موقعہ پر فرمایا ہے - کہ :-

فاجتنبوا الرجس من الاوثان (۲۲ : ۳۱) مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے، کہ بتوں کے علاوہ اور کسی شے کی ناپاکی پرہیز نہ کیا جائے - غرضیکہ یہاں (من) افادہ معنی تبیین کرتا ہے - نہ کہ تبعیض . . . . . . لیکن اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم قرآن مجید کی ایک اور آیت اس مضمون کے متعلق پیش کرتے ہیں . . . . . . سُورۃ حج کے پانچویں رکوع میں خدا تعالےٰ نے کافروں کے اُن مظالم کی طرف اشارہ کیا ہے - جن سے آغازِ اسلام کے مسلمانوں کو سامنا ہوا تھا - پھر دفاع و حفظ نفس کی اجازت دی ہے - اور اس کے بعد کہا ہے :الذین ان مکّنّاھم فی الارض اقاموا الصّلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور (۲۲ : ۴۳) اگر ہم (ان مظلوم مسلمانوں) کو (حکومت اور خلافت) دے کر زمین میں قائم کر دیں تو وہ نہایت اچھے کام انجام دیں گے یعنی نماز پڑھیں گے، زکوٰۃ دیں گے، لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور بُرائی سے روکیں گے - اور سب انجام کار اللہ کے ہاتھ ہے -

یہ آیت اس بارے میں بالکل صاف اور فیصلہ کُن ہے - خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو کامیاب کرنے کی علّت یہ بیان کی ہے - کہ وُہ زمین پر حکمراں ہونے کے بعد اچھے اور نیک کاموں کو انجام دیں گے - پھر اُن کاموں کی بالترتیب تشریح کی ہے - اور سب کو مسلسل عطف کے ساتھ بیان کیا ہے جو معطوف و معطوف علیہ میں تسویۃ ثابت کرتا ہے - پہلے نماز کا ذکر کیا، پھر زکوٰۃ کا اور پھر

دونوں عمل ہر جگہ، قرآن میں ایک ساتھ بیان کئے گئے ہیں -
اس کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام آیا ہے - اور اُسی سلسلہ اعمال میں، جس میں نماز اور زکوٰۃ بہ لہجۂ وجوب و فرض بیان کئے جاتے ہیں -
اس سے ثابت ہو گیا کہ :-

۱ - مسلمانوں کو خدا نے جو نصرت و فتح اور دُنیا میں کامیابی عطا فرمائی اُس کی علّت یہ تھی - کہ تاکہ وُہ اعمال حسنہ انجام دیں -

۲ - وہ اعمال حسنہ (علی الخصوص) قیام نماز، ادائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہیں -

۳ - نماز اور زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض ہے - پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہر مسلمان کے فرائض میں داخل ہے

عمل و اعتقاد اسلام یکسر عمل ہے - مذہبی تاریخ میں جو انقلابات ذہن و اصول سے عمل کی جانب ہوئے ہیں اور جن کی ابتدائی حالت کا مکمل نمونہ (گوتم بُدھ) اور آخری صُورت (مسیحی تحریک) تھی اسلام اُس کے انقلاب کا آخری نام ہے - جس کے بعد مذہب ایک خالص عملی قانون کی شکل میں متبدل ہو گیا - اور وُہ تمام چیزیں نکل گئیں جو اُس کی عملی طاقت کو مضرت پہنچاتی تھیں - پس اگر یہ سچ ہے کہ امر بالمعروف ایک اسلامی اُصول ہے - تو یہ بھی سچ ہے کہ وُہ محض ایک ذہنی زندگی رکھنے والا اصول ہی نہیں - بلکہ انسان کی عملی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے والا قانون ہے -

اس کے بعد مولانا نے زیر عنوانات - حُب، بُغض اور عفو و انتقام کا اصل اصول وکذلک جعلناکم اُمّۃ وسطاً، تشبہ باللہ وتخلق باخلاق اللہ، پر تین صفحات میں مفصل بحث فرمائی اور آخر میں فرمایا : "وُہ مقام محبت الٰہی اور یحبّھُمْ ویحبُّونہٗ" کے عنوان کے تحت لکھا ! وہ یہی راز ہے کہ خدا نے تمام قوموں کو اپنے اپنے دور میں اپنی خلافت بخشی اور ہر صالح جماعت کو اس ورثۂ الٰہی کا حقدار بنایا (ان الارض یرثھا عبادی الصالحون) مگر کسی کو محبُوبیت اور معشوقیت کا درجہ عطا نہیں فرمایا - حضرت داؤد علی نبینا

وعلیہ السلام کی نسبت ضرور کہا - یا داوٗدُ اناجعلناک خلیفۃ فی الارض
اے داوٗد! ہم نے تم کو زمین پر اپنی خلافت بخشی - (۳۸ : ۲۶)
بنی اسرائیل بھی مدتوں اس پر سرافراز رہے - لیکن اُن کی نسبت یہ
کہیں نہیں کہا کہ وہ خدا کے دوست اور محبوب بنائے گئے تھے - یہ اس اُمت
مرحومہ کی مزیّت خصوصی تھی کہ :-

فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبّھم ویحبّونہ (۵ : ۵۴)
عنقریب اللہ ایک ایسا گروہ پیدا کرے گا جن کو وہ اپنا محبوب بنائے گا اور
وہ خدا کو محبوب رکھیں گے -

خدا نے اپنے مومن بندوں کو صرف اپنا ہی محبوب نہ کہا - کہ یہ تو صرف زلیخائی
ہوتی - بلکہ یحبّھم ویحبّونھم فرمایا - کہ میں اگر اُن کو دوست رکھتا ہوں تو
وہ بھی مجھ کو محبوب رکھتے ہیں - اس تعلّق محبّت کو محبِّ و محبوبی، اور عشق و معشوقی
دونوں سے مرکّب بنایا - تاکہ مقام ایمان کی اصلی علامت اور خصوصیت ظاہر ہو
جائے اور ایمان باللہ فی الحقیقت اللہ کی محبّت ہی کا نام ہے ؎

والذین آمنوا اشدّ حبًّا للّٰہ (۲ - ۱۶۵) اور جو لوگ ایمان لائے
ہیں اُن کی خدا سے نہایت درجہ محبّت ہے -

محبت کی شرط اوّلین فنا فی المحبوب ہے اس لئے مومن مخلص بھی وہی ہے
جو اپنی تمام خواہشوں اور قوتوں کو بھول کر صرف خدا ہی کی مرضی اور ارادے پر اپنے
تئیں چھوڑ دے خدا کی مرضی اُس کی مرضی اور خدا کی خوشی اُس کی خوشی ہو - یہی معنی
خلافت الٰہی کے ہیں - کہ وہ دنیا میں اللہ کی صفت کا مظہر اور اس لئے اُس کا جانشین ہے

الحُبُّ فی اللّٰہ والبُغض فی اللّٰہ

پس جب مقام محبّتِ الٰہی اور محبّت بعد حصول فنا فی المحبوب محال، تو
یہیں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض بے نقاب ہو جاتا ہے - مومن
کی تعریف یہ ہے - کہ خود اُس کی نہ کسی کے ساتھ دوستی ہو - اور نہ دشمنی - نہ کسی
کی مدح کرے اور نہ مذمّت - بلکہ وہ دستِ الٰہی میں ایک بے جان آلہ بن کر اپنی

محبت اور دشمنی کو راہ محبوب کے لئے وقف کر دے - جو خدا کے دوست ہیں وہ اُس کے دوست ہوں اور جو اُس کے دُشمن ہیں وہ اُس کے دشمن ہوں - اُسی کی راہ میں دوستی اور اُسی کی راہ میں دشمنی " الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ" خدا نیکی اور اعمال حسنہ سے خوش ہوتا ہے - پس یہ بھی جہاں کہیں نیکی کو دیکھے - اپنا سر جھکا دے - اور بدی اور بداعمالی پر غضبناک (لا یرضی بعبادہ الکفر) پس اُس کو بھی جہاں کہیں بدی نظر آئے صفاتِ الٰہی کی چادر اوڑھ کر قہر مجسّم بن جائے - اذلّة علی المومنین، اعزّة علی الکافرین - نیکی کے ساتھ جس قدر عاجز ہو اُتنا ہی بدی کے آگے مغرور اور سخت ہو - کیا نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں امر بالمعروف کا ذکر کیا ہے - وہاں ساتھ ہی ایمان باللہ کا بھی نام لیا ہے:-

کنتم خیر امة اخرجت للناس، تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر و تومنون باللہ - تم تمام اُمتوں میں بہتر اُمّت ہو کہ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو -

یہ اس لئے کہا کہ امر بالمعروف کا فرض بغیر کامل ایمان باللہ کے ادا نہیں ہو سکتا - ایک انسان جو ہوائے نفس میں گرفتار ہے - درہم و دینار کو پوجتا ہے - لذّتِ نفس اور عیش دُنیوی کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے اور دنیوی رسوخ و عزّت کو اپنا معبُود سمجھتا ہے - ممکن نہیں کہ اپنے اندر نیکی کے حکم اور بدی کی روک کی طاقت پا سکے - وُہ مشرک ہے -

گو زبان سے دعویٰ ایمان کرتا ہو - مگر ایمان کی حلاوت اُس کو کبھی چکھنا بھی نصیب نہیں ہوتی :-

وَمَا یُومن اکثرهم باللہ الا وهم مشرکون (۲۵ : ۱۹)

اور اُن میں اکثر ایسے ہیں کہ گو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر فی الحقیقت مبتلائے شرک ہیں -

عبادت اور بندگی کے معنیٰ کسی مجسّم بُت کو پوجنا ہی نہیں ہے - بلکہ ہر وہ شئے جس کے لینے کا حق صرف خدا ہی کو تھا - اگر اُس کے سوا کسی دوسری ہستی کو دے دی جائے تو یہ بھی شرک ہے (مگر اس کی تشریح کا یہ موقع نہیں -)

خدا نے سب کچھ انسان کے لئے، مگر انسان کو اپنے لئے بنایا۔ پس ایمان باللہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسان سب کچھ اوروں کو دے دے مگر خود اپنے تئیں خدا کے سوا اور کسی کو نہ دے۔ اگر وُہ اپنی خواہش اور مرضی کو اُس کی خواہش اور مرضی پر مقدم رکھتا ہے تو وُہ دعویٰ ایمان میں سچا نہیں۔

مشہور حدیث قدسی ہے: جب میرا کوئی بندہ بذریعہ نوافل کے مجھ سے قریب ہوتا ہے تو اُس کو اپنا محبُوب بنا لیتا ہوں۔ پس جب وُہ محبوب بن گیا تو میں اُس کا کان ہو جاتا ہوں۔ میرے کان سے سنتا ہے اور اُس کی آنکھ ہو جاتا ہوں۔ میری آنکھ سے دیکھتا ہے اور اُس کا پاؤں ہو جاتا ہوں۔ میرے پاؤں سے چلتا ہے اور اُس کی زبان ہو جاتا ہوں۔ میری زبان سے بولتا ہے وہ جو مانگتا ہے۔ عطا کرتا ہوں اور جب پناہ مانگتا ہے۔ پناہ دیتا ہوں۔ "یُحبُّھم و یحبُّونھم" کا یہی مقام ہے اور یہیں پہنچ کر پیر ہرات اپنی فریاد ضبط نہ کر سکا۔ اور مضطربانہ چیخ اُٹھا کہ "خدایا! ایں چہ بوالعجبی ست کہ با دوستاں خود مے کنی؟ تا وقتیکہ ترا مے جستم، خود را یافتم، کنوں خود را مے جوئیم، ترا مے یابیم"

صحابہؓ کی جماعت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر محمدؐ بن عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مگر ارشادِ الٰہی ہوا۔ کہ وُہ ہاتھ محمدؐ بن عبداللہ کا نہ تھا۔ بلکہ خود اللہ کا ہاتھ تھا:۔

اِنَّ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ، ید اللہ فوق ایدیھم (۴۸: ۱۱) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (۸: ۱۸)

ناظرین اگر طولِ سخن سے گھبرا نہ جائیں تو ابھی ایک نمبر اس موضوع پر باقی ہے۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم — چنانکہ حرفِ عصا گفت موسیٰ اندر طور

برائے توجہ!

قارئین میثاق سے گذارش ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں (شکریہ)

اظہار لمیٹڈ

کے

تیار چھتیں

(پریکاسٹ کنکریٹ۔ پریسٹریسڈ کنکریٹ کی مصنوعات)

گارڈر بالے اور سلیب وغیرہ

مندرجہ ذیل مقامات سے دستیاب ہیں

صدر دفتر ۶۔ کوثر روڈ، اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور۔ فون:۔ ۶۹۵۲۲ / ۶۱۵۱۴

فیکٹری واقع پچیسواں کلومیٹر لاہور شیخوپورہ روڈ

لاہور ڈپو ۱۴۷۔اے 1 فیروزپور روڈ (نزد جامعہ اشرفیہ) فون ۴۱۳۵۶۹

فیصل آباد شیخوپورہ روڈ۔ نزد نیشنل ہوزری۔ فون معرفت:۔ ۵۰۷۴۴

گجرات جی ٹی روڈ۔ کٹھالہ (نزد ریلوے پھاٹک)

راولپنڈی جی ٹی روڈ۔ سواں کیمپ فون:۔ ۶۸۱۲۷

تیارکردہ:۔ کنکریٹ پری کاسٹنگ لمیٹڈ

(سی۔پی۔ایل)

آپکو تیار چھت درکار ہے تو اطمینان کر لیجئے کہ وہ سی۔پی۔ایل کی بنی ہوئی ہو۔

THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIFY.
THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.
paragon

اختتامی خطاب

ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی)

بموقع ساتواں سالانہ اجتماع (یکم مئی تا ۴ مئی ۸۲ء)

(دوسری قسط)

بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ

چوتھے نمبر پر میرے لئے یہ بات اطمینان بخش ہے کہ میرے جائزے اور اندازے کے مطابق تنظیم اسلامی کے موجودہ رفقاء تین درجے میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ میرے خیال کے مطابق موجودہ تعداد میں کم ازکم ایک تہائی رفقاء وہ ہیں جو پابند بھی ہیں اور سرگرم عمل بھی ہیں یہ درجۂ اوّل ہے — ایک تہائی رفقاء کی حالت یہ ہے کہ ان پر مختلف ادوار میں مختلف کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں۔ کبھی وہ بڑے متحرک اور فعال نظر آتے ہیں اور کبھی انتہائی سُست — یہ لوگ درجۂ دوئم میں آتے ہیں اور ایک تہائی تعداد ایسے رفقاء کی ہے جو میرے تجزیے کے مطابق برائے نام اور برائے بیعت تنظیم میں شامل ہیں۔ وہ گھسٹتے ہوئے ساتھ چل رہے ہیں بلکہ صحیح تر بات یہ ہوگی کہ وہ گھسیٹے جارہے ہیں، اس لئے تاحال ساتھ ہیں۔ ورنہ اس رفاقت میں ان کا اپنا ارادہ نظر نہیں آتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ بیعت کرچکے ہیں لہٰذا قریبی رفقاء کے کہنے سننے سے کبھی کچھ چل لیتے ہیں۔ یہ تجزیہ میرے لئے چونکہ اطمینان بخش ہے، اس لئے میں اس کا تذکرہ اطمینان بخش امور میں کر رہا ہوں۔ ایک اسلامی اصولی اور انقلابی تنظیم وجماعت میں شامل رفقاء میں سے ایک تہائی تعداد کا پوری طرح نظم کا پابند ہونا اور دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں میں بھرپور حصّہ لینا ایک قیمتی سرمایہ ہوتا ہے۔ اس نوع کی تحریکوں میں ایسے لوگوں کی تعداد ہمیشہ کم ہی ہوا کرتی ہے۔ ان ہی کا جذبہ دوسروں کے جذبۂ عمل کیلئے مہمیز کا کام کرتا

ہے ۔ میرے نزدیک یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے اگرچہ میری طرف سے عموماً رفقاء کی کم کوشی، سست روی پر بصیغہ عام ملامت اور سرزنش ہوتی رہی ہے اس سے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید میں تمام رفقاء کے بارے میں یہ بات کہتا رہا ہوں ۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔یہاں یہ بات بھی جان لیجئے کہ بصیغہ عام کہنا میں نے قرآن مجید ہی سے اخذ (INFER) کیا ہے ۔سورہ حدید ہمارے منتخب نصاب میں شامل ہے ۔اس میں ان مومنین کو جو کچھ کم کوش اور سست ہو گئے تھے بصیغہ عام ہی جھنجوڑا گیا ہے۔ اور ان کو بایں الفاظ سرزنش کی گئی ہے :

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۚ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ (آیت ۸)	"اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر (پختہ) ایمان نہیں رکھتے حالانکہ رسول تم کو اپنے رب پر (پختہ) ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور وہ تم سے عہد لے چکا ہے اگر تم واقعی ماننے والے ہو ۔"

اور آیت نمبر ۱۰ میں فرمایا : وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۔" اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں نہیں کھپاتے) اور اللہ کی راہ میں تم مال خرچ نہیں کرتے جبکہ آسمانوں اور زمین کی میراث تو اللہ ہی کے لئے ہے ۔"

ان آیات میں خطاب بصیغہ عام ہے لیکن اس سے مراد وہ ضعفاء ہیں جو ایمان کے مقتضیات کی ادائیگی میں مومنینِ صادقین کے مقابلے میں کم کوش اور سست روش تھے ۔ پھر دیکھ لیجئے کہ پورے قرآن مجید میں کہیں بھی 'يَا أَيُّهَا الْمُنَافِقُونَ' سے خطاب کر کے منافقین سے بات نہیں کی گئی بلکہ ان کو بھی جہاں کہیں سرزنش کی گئی ہے وہاں خطاب 'يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا' ہی سے کیا گیا ہے اور پھر ان کی کوتاہیوں پر گرفت کی گئی ہے ۔ یہ بھی عرض کردوں

کہ شاید بعض رفقاء نے میری کسی وقت کی سرزنش میں سختی محسوس کی ہو تو یہ سختی بھی بلا وجہ نہیں ہوئی بلکہ یہ بھی ماثور ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں تک فرمانا ثابت ہو کہ ”میرا جی چاہتا ہے کہ میں مصلّے پر کسی کو اپنی جگہ بحیثیت امام کھڑا کر دوں اور ان لوگوں کے گھروں کو جا کر آگ لگا دوں جو مسجد میں حاضر نہیں ہو رہے ہیں۔“ تو اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سرزنش ملامت اور سختی کا انداز بھی اصلاح حال کے لئے بسا اوقات اختیار کرنا پڑتا ہے اور اس کا ثبوت ہمیں سیرت مطہرہ سے ملتا ہے۔ اس سرزنش، ملامت اور سختی کا بھی ایک اپنا محل اور مقام ہے لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ میں یہ گمان رکھتا ہوں کہ کچھ لوگ بھی میرے ساتھ ایسے نہیں ہیں جنکو میں اپنے کام کے لئے ایک قیمتی سرمایہ اور اثاثہ (ASSET) سمجھ سکوں۔ میرے اپنے جائزے کے مطابق جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا الحمدللہ موجودہ رفقاء میں ایک تہائی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کی رفاقت کو میں انتہائی قیمتی اور قابلِ قدر سمجھتا ہوں۔ ان میں سے اکثر وہ رفقاء ہیں، جن کی زندگیوں میں زبردست انقلابات رونما ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے رنگ ڈھنگ کو یکسر تبدیل کیا ہے۔ پھر یہ کہ وہ انفاق، ایثار میں اور تحریک کے لئے اپنا وقت صرف کرنے میں بہت آگے ہیں ساتھ ہی انہوں نے اپنی ذاتی آسائشوں کو تج دیا ہے اور دین پر عمل کرنے اور حلال پر اکتفا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے — میرے لئے بہت سے پہلوؤں سے بہت سے رفقاء قابلِ رشک ہیں۔ کوئی ذوقِ نفلی عبادات میں مجھ سے آگے ہے تو کوئی ذوقِ انفاق میں مجھ سے آگے ہے۔ میں نے بہت سے اعتبارات سے اپنے رفقاء کا جائزہ لیا ہے اور میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ بہت سے اعتبارات سے میں خود کو بعض رفقاء کے مقابلے میں کمتر پاتا ہوں۔ میرے نزدیک ایسے ہی رفقاء ہماری تحریک کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا مقام رکھتے ہیں اور ایسے رفقاء کی ایک معتدبہ تعداد کو میں تحریک کے لئے بہت غنیمت ہی نہیں بلکہ اصل سرمایہ اور اثاثہ سمجھتا ہوں۔

اطمینان بخش باتوں میں سے میرے لئے پانچویں اطمینان بخش بات یہ ہے

کہ تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقا میں نوجوانوں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہو رہی ہے - یہ بات ایک بہت ہی اچھی علامت ہے - ادھیڑ عمر اور بوڑھے رفقاء میں سے بھی ہر شخص اپنی جگہ قیمتی ہے - کوئی شخص اگر موت کی سرحد تک پہنچ گیا ہو اور پھر وہ جذبۂ صادق کے ساتھ اقامتِ دین کی جدوجہد میں حصہ لینے کے لئے خود کو پیش کرتا ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کا یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس درجے میں قابلِ قدر ہو گا اور کتنے نوجوانوں کے جذبے اس جذبے پر نچھاور ہوں گے - یہ بات اپنی جگہ ہے لیکن بہر حال جب ہم حالات و واقعات کو سامنے رکھتے ہیں تو اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ تحریک کے آگے بڑھنے کے لئے امید افزاء چیزوں میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ اس میں نوجوان شامل ہو رہے ہیں - سورۂ کہف کی یہ آیت پیش نظر رہے : اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ○ تو اگر اس کا تھوڑا بہت عکس ہمیں اپنی تنظیم اور تحریک میں نظر آتے تو یہ بھی میرے نزدیک بہت حوصلہ افزا اور اطمینان بخش بات ہے -

چھٹی بات جو میرے اطمینان کا باعث ہوئی ہے وہ "ماہنامہ میثاق" ہے - اس کی اشاعت بھی بڑھی ہے اس میں باقاعدگی بھی پیدا ہوئی ہے اور صوری و معنوی لحاظ سے بھی اس کا معیار بلند ہوا ہے - گو وہ معیارِ مطلوب سے کم تر ہے - یہ کمی اپنی جگہ ہے اور یہ احساس رہنا چاہیئے اور اس بات کی فکر ہونی چاہیئے کہ ع ہے خوب سے خوب تر کہاں — یہ احساس آگے بڑھنے میں ممد و معاون ہوتا ہے - لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ قابلِ قدر ہے کہ پرچہ اب ہر ماہ پابندی سے شائع ہو رہا ہے — اس سلسلے میں جو محنت بھائی جمیل صاحب کرتے ہیں، اس کا مجھے بخوبی اندازہ ہے - کسی اور کو ہو یا نہ ہو - لہٰذا 'میثاق' کا معاملہ بھی اِن چیزوں میں سے ہے جن کو ہم اطمینان بخش پہلوؤں میں شمار کر سکتے ہیں - اسی سلسلہ میں یہ بات بھی میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ میاں عاکف سلمہ 'میثاق' کے معاملے میں بڑی دلچسپی اور انہماک سے حصہ لے رہے ہیں اور بھائی جمیل صاحب ان پر کافی محنت کر رہے ہیں - ایک نوجوان رفیق کا نوعمری میں اس میدان میں تجربات سے گزرنا تحریک کے مستقبل کے لئے ان شاء اللہ

بہت مفید ثابت ہوگا۔ جبکہ وہ اکیڈمی کی رفاقت اسکیم میں بھی شامل ہیں اور ان کی تعلیم کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ چل رہا ہے ؛

ساتویں اطمینان بخش بات ہمارے مکتبے کا فعال و منظّم ہوجانا اور ہماری تالیفات کی 'مارکیٹ' میں 'مانگ کا بڑھ جانا ہے۔ تنظیم اور انجمن دونوں ہی کے مکتبوں کے کام عرصے سے تعطل کا شکار تھے۔ کئی پمفلٹ ختم ہوچکے تھے اور انکی دوبارہ اشاعت کی نوبت نہیں آرہی تھی۔ گذشتہ سالوں میں مکتبے کی جو فروخت نظر آتی رہی ہے اس میں مولانا اصلاحی صاحب کی تفسیر تدبّر قرآن کی چار جلدوں کا ہدیہ بھی شامل ہوا کرتا تھا۔ اس لحاظ سے تعداد کے لحاظ سے کتابوں کی نکاسی کم تھی البتہ فروخت کی رقم اچھی خاصی ہوئی تھی۔ اس میں ہماری دعوت کی نشر و اشاعت والے کتابچوں کی نکاسی بہت کم تھی۔ اب گذشتہ چھ ماہ سے ہماری دعوت کے کتابچوں کی جو ایک دم مانگ بڑھی ہے جس کے نتیجے میں ہمیں بعض کتابچوں کے ایڈیشن فوری طور پر شائع کرنے پڑے ہیں اور اب بعض کتابچوں کے نئے ایڈیشن گیارہ گیارہ ہزار کی تعداد میں شائع کئے جارہے ہیں۔ یہ اس بات کا ایک پیمانہ ہے کہ ہماری دعوت کے قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔ مکتبہ کو فعّال و منظّم کرنے میں ہمارے رفیق قمر سعید صاحب کا سب سے بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے چونکہ تقریبًا ہمہ وقتی طور پر اس کام کو سنبھال لیا ہے اس لئے یہ فعالیت اور نظم پیدا ہوا ہے۔ کتابوں کی نکاسی میں قاضی عبدالقادر صاحب ناظم تنظیم اسلامی کی منصوبہ بندی اور ہمارے بہت سے رفقاء کا اکثر شہروں میں میرے دروس قرآن اور تقاریر کے مواقع پر باقاعدہ مکتبہ لگانے کے انتظامات کو بھی بہت بڑا دخل ہے۔ جس میں ہمارے رفیق رحمت اللہ بٹر صاحب پیش پیش ہیں۔ قمر سعید صاحب اور بٹر صاحب کا اس طرح ہمہ وقتی طور پر ان کاموں میں کھپ جانا اس بات کی علامت ہے کہ مرکز میں فعّال رفقاء کی ایک ہمہ وقتی ٹیم (TEAM) منظّم طور موجود رہے تو ہمارے معاشرے میں دعوت کے تیزی سے پھیلنے اور اثر و رسوخ کے نفوذ کرنے کے بفضلہ تعالیٰ مواقع موجود ہیں۔ جز وقتی رفقاء آخر کتنا کام کریں گے۔ مرکز مستحکم و منظّم ہو تو جز وقتی رفقاء کے کاموں میں بھی بے انتہا وسعت

پیدا ہو سکتی ہے ۔ بہر حال مکتبہ کا منظم و فعّال ہو جانا اور ہمارے دعوتی کتابچوں کی نکاسی کا توقعات سے کہیں زیادہ مانگ پیدا ہو جانا ان چیزوں میں سے ایک اہم چیز ہے جو اطمینان بخش امور میں شامل ہے"

آٹھویں اطمینان بخش بات مرکزی انجمن خدّام القرآن اور قرآن اکیڈمی کے انتظامات کا کنٹرول میں آجانا بھی ہے ۔ یہ مسئلہ میرے لئے بڑی ہی پریشانی کا موجب رہتا تھا ۔ ایڈمنسٹریشن کی نوعیت کے تمام ہی امور توجہ اور اصلاح طلب تھے اور صحیح طور پر قابو میں نہیں تھے ۔ الحمد للہ اب عبدالرزاق صاحب نے ہمہ وقت طور پر مرکز کے ساتھ وابستہ ہو کر اس شعبے کو سنبھالا ہے تو میرے ذہن پر سے ایک بھاری بوجھ اتر گیا ہے ۔ میری طرف سے تحریری کام نہ ہونے کے بہت سے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ ایڈمنسٹریشن کی اُلجھنیں بھی تھیں ۔ یہ بدنظمی کی شکایات کا پلندا میرے ذہن پر بوجھ بن کر سوار رہتا تھا ۔ کہیں مکتبہ کا تعطل میرے ذہن پر سوار رہتا تھا اور کہیں میثاق کا بروقت شائع نہ ہونا ذہنی طور پر میرے لئے پریشانی کا باعث ہوتا تھا کہ مجھے اس کے لئے کچھ لکھنا ہے اور میں ذہنی طور پر اس کے لئے خود کو تیار نہیں پا رہا ہوں ۔ اور طبیعت آمادہ نہیں ہو رہی ہے ۔ یہ تمام ہی امور ذہن اور اعصاب پر ایک بوجھ بن کر سوار رہتے تھے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ امور اور ارادے جو میں نے اب تک گنوائے ہیں یعنی مرکز میں بعض فعّال رفقاء کا ہمہ وقتی یا جز وقتی طور پر پورے انہماک اور احساس ذمّہ داری کے ساتھ وابستہ ہو جانا ۔ رفاقت اسکیم کا اجرا ہونا اور اس میں چھ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی جانب سے خود کو وقف کر دینے کا فیصلہ کرنا ۔ تنظیم کے رفقاء کی موجودہ تعداد میں سے ایک تہائی کا پابند نظم اور سرگرم عمل ہونا ۔ تنظیم میں نئے شامل ہونے والوں میں نوجوانوں کے تناسب میں اضافہ ہونا ، ماہنامہ میثاق کی اشاعت میں پابندی اور اس کے معیار میں کچھ بہتری کا پیدا ہو جانا اور اس کا دعوتی رُخ اختیار کرنا ۔ علمی کام کے لئے حکمت قرآن کے ڈیکلریشن کا انجمن کے نام منتقل ہو جانا ، مکتبہ کا منظم و فعّال ہو جانا دعوتی کتابچوں کی غیر معمولی نکاسی ہونا انجمن اور اکیڈمی کے ایڈمنسٹریشن کے کاموں میں نظم کا پیدا ہو

جانا۔ اور باب تصنیف و تالیف کے شعبے کا ایک نظم کے ساتھ قائم کئے جانے کے روشن امکانات کا پیدا ہو جانا ۔ جہاں دعوت کے استحکام و توسیع کے لئے انتہائی مفید ہے، وہاں ان شاء اللہ ذہنی دباؤ کی وجہ سے میرے قلم پر جو عقدہ لگا ہوا ہے اور گرہ پڑی ہوئی ہے وہ کھل جائے گی۔ عقدے کا لفظ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دُعا سے لے رہا ہوں کہ واحلل عقدۃً مّن لّسانی ۔ اس وقت یہ عقدہ میرے قلم پر ہے مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ وہ اس عقدے کو میرے لئے کھول دے گا ۔ چونکہ یہ حالات میرے لئے کافی اطمینان بخش ہیں اور میرے ذہنی بوجھوں سے کافی بوجھ اتر چکے ہیں ۔

اطمینان بخش امور میں نویں اور آخری بات میں اب آپکے سامنے رکھوں گا ۔ میں نے یہ نکات آج صبح ہی بیٹھ کر مرتب کئے ہیں ۔ ہوسکتا ہے کہ اطمینان کے اور پہلو بھی ہوں، جن کی طرف اس وقت میرا ذہن منتقل نہ ہوا ہو ۔ نواں پہلو یہ ہے کہ ہماری دعوت کا بہت ہی تھوڑے عرصے میں ایک محدود حلقے سے نکل کر بہت وسیع حلقے تک وسیع ہو گیا ہے ۔ یہ میں تنظیم کی دعوت کے لحاظ سے بات کر رہا ہوں۔ اب بحمد للہ تنظیم کی دعوت آزاد کشمیر میں جڑیں پکڑ چکی ہے ۔ ہمارے حساب کتاب میں یہ بات شامل ہی نہیں تھی کہ اس علاقے میں بھی دعوت نفوذ کرے گی ۔ اسی طرح پشاور میں دعوت کا پہنچنا اور وہاں تنظیم کی دعوت قبول کرنے والوں کا ایک حلقہ چاہے وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو ۔ وجود میں آجانا ۔ پشاور وہ علاقہ ہے جس کو ہم اپنے تصوّر میں غیر شعوری طور پر ماوراء السرحد سمجھتے تھے ۔ پھر بلتستان میں جس علاقے سے ہمارے بہت سے تعلیم یافتہ لوگ بھی واقف نہ ہوں ۔ دعوت کا ایک حلقہ قائم ہو جانا ۔ لہٰذا دور دراز کے علاقوں تک تنظیم کی دعوت کا اللہ تعالیٰ کی نصرت سے پہنچ جانا اور وہاں دعوت کے مستقل حلقے قائم ہو جانا اور اس طرح دعوت کی توسیع کے مختلف اسباب کا فراہم ہو جانا یہ چیزیں بھی وہ ہیں جو ہمارے لئے موجب اطمینان ہیں ۔

میں نے موجب اطمینان یہ نو نکات اپنے سامنے رکھے تھے ۔ قاضی عبد القادر صاحب فیمّ تنظیم اسلامی نے ایک دسویں نکتے کی طرف ایک رقعہ کے ذریعے ابھی توجہ دلائی ہے ۔

جس سے تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ کا ایک عکس پیدا ہو جاتے گا - وہ دسویں اطمینان بخش بات نشر القرآن سیریز کا حسن وخوبی کے ساتھ منظم طور پر قائم ہونا ہے - واقعہ یہ ہے کہ اس کے اثرات کو ہم یہاں بیٹھ کر محسوس (Guage) کر ہی نہیں سکتے۔ وہ تو ایک کیسٹ سے نہ معلوم کتنے مزید کیسٹ بن کر پھیلتے ہوں گے ۔ کیسٹ دراصل اس دور کا کلچر ہے بلکہ اب اس سے آگے بڑھ کر وی سی آر کلچر بن رہا ہے تو ہم تو ابھی کیسٹ کے اسٹیج تک پہنچے ہیں - لیکن اس کلچر میں تنظیم کی دعوت کا قدم آجانا ہمارے لئے ایک موجب اطمینان بات ہے - اس کام کی ابتداء تو ہمارے بزرگ رفیق محمد بشیر ملک صاحب نے کی تھی - بعدہ اس کی باقاعدہ منصوبہ بندی قاضی صاحب قیم تنظیم نے کی اور اس کو نہایت محنت وانہماک کے ساتھ ہمارے نوجوان رفیق مہر علاء الدین صاحب نے سنبھال لیا - وہ بھی ایک طرح ہمہ وقت اس شعبے میں لگے ہوتے ہیں - ان کی ملازمت کا سلسلہ چل رہا ہے لیکن انہوں نے اپنے گھر کے بجائے اپنی رہائش اکیڈمی میں رکھی ہوئی ہے - وہ یہیں سے اپنے دفتر آتے جاتے ہیں - پھر ان کی جو چھٹیاں بنتی ہیں وہ ان کو AVAIL کرکے اکثر دوروں پہ ساتھ جاتے ہیں اور مکتبہ کے پہلو بہ پہلو کیسٹوں کا اسٹال بھی لگاتے ہیں - پھر اس کام میں میاں (ڈاکٹر) عارف رشید سلّمہ کی محنت ہے میرے دروس وتقاریر کی ریکارڈنگ کے لئے انہیں میرے ساتھ نتھی رہنا پڑتا ہے۔ لاہور میں تو یہ کام بالکلیہ وہی انجام دیتے ہیں - اس شعبے کے اس طرح منظم (ORGANISE) ہونے کو بھی شامل کیجئے تو عشرۃ کاملۃ بن جاتے ہیں یہ دس وجوہ اطمینان اور سراسر حوصلہ افزاء امور ہیں - (جاری)

کراچی میں ڈاکٹر صاحب کے دروس کے خطابات کے کیسٹ نیز تنظیم اسلامی اور مرکزی انجمن خدام القرآن کی مطبوعات مندرجہ ذیل پتوں سے دستیاب ہیں -

۱ - دفتر تنظیم اسلامی کمرہ ۱۱ داؤد منزل نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی ۱
۲ - شاہین ٹریڈرز رفیع مینشن بالمقابل آرام باغ شاہراہ لیاقت آباد کراچی ۱

دورۂ کوئٹہ کی رپورٹ

(۸ تا ۱۲ مئی ۱۹۸۲ء)

از قلم: قاضی عبدالقادر، قیم تنظیم اسلامی

لاہور کے ہمارے ایک فعال رفیق میاں محمد نعیم صاحب کا جب سے لاہور سے کوئٹہ تبادلہ ہوا تھا اسی وقت سے موصوف کا تقاضا تھا کہ محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا کوئٹہ میں پروگرام رکھا جائے۔ میاں نعیم صاحب جیولوجیکل سروے آف پاکستان میں ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں۔ کوئٹہ میں انہی کی کوششوں سے جناب اکرم بھٹی صاحب بھی تنظیم کے رفیق بن گئے۔ موصوف بھی اسی دفتر میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہیں۔

طے پایا کہ "تنظیم اسلامی" کے سالانہ اجتماع کے بعد ۸ مئی سے ۱۲ مئی تک کوئٹہ میں پروگرام رکھا جائے۔ سالانہ اجتماع سے فارغ ہو کر میاں محمد نعیم صاحب اور محمد اکرم بھٹی صاحب ۴ مئی کو کوئٹہ روانہ ہو گئے۔ کراچی کی تنظیم کے تین رفقاء یعنی طارق سعید صاحب، عبدالرؤف صاحب اور فاروق صدیق صاحب بھی لاہور سے کوئٹہ چلے گئے تاکہ وہاں پر ڈاکٹر صاحب کے پروگراموں میں شرکت کے بعد واپس کراچی چلے جائیں۔ مکتبہ کی کتب ان حضرات کے ساتھ بھیجدی گئیں۔ مہر علاؤ الدین صاحب بھی نشر القرآن کے کیسٹوں کا اسٹاک لے کر لاہور سے کوئٹہ پہنچ گئے۔

پوسٹر اور ہینڈ بل لاہور میں طبع کرا لئے گئے تھے۔ جو کثیر تعداد میں کوئٹہ کے در و دیوار پر چسپاں اور تقسیم کئے گئے۔ بازاروں میں نمایاں مقامات پر کپڑے کے بینر لگا دیئے گئے تھے۔ مقامی اخبارات 'جنگ' اور 'مشرق' میں پروگرام کے اعلانات کئی روز تک شائع ہوتے رہے۔ الحمد للہ پبلسٹی اتنی ہو گئی کہ شاید ہی کوئٹہ کا کوئی فرد ہو جو اس پروگرام سے بے خبر ہو۔

۸ مئی کو صبح کی پرواز سے محترم ڈاکٹر صاحب اور راقم الحروف کوئٹہ پہنچے۔ نصف گھنٹہ تاخیر سے یعنی پونے ایک بجے جہاز کوئٹہ کے ہوائی اڈہ پر پہنچا۔ جہاں میاں محمد نعیم صاحب، طارق سعید صاحب، عبدالرؤف صاحب، مسجد طوبیٰ کی انتظامیہ کمیٹی کے صدر محمد نسیم صاحب اور خطیب قاری

مختار احمد صاحب اور دیگر احباب استقبال کے لئے موجود تھے۔

چوہدری محمد یوسف صاحب، اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان کی قیام گاہ واقع سکمب روڈ پر ہماری رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

مغرب کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مسجد طوبیٰ (مسجد روڈ) میں سورۃ الحجرات کا درس دیا جو عشاء کی اذان تک جاری رہا۔ پہلے ارادہ تھا کہ تپائیاں لگا کر حلقہ بنایا جائے گا۔ قرآن حکیم کے نسخوں نیز سورۃ الحجرات کی سینکڑوں کی تعداد میں فوٹو سٹیٹ کاپیوں کا انتظام کر لیا گیا تھا لیکن حاضری اس قدر زیادہ تھی کہ ہمارے سارے انتظامات درہم برہم ہو گئے۔ مسجد اپنی وسعت کے باوجود تنگ دامانی کا منظر پیش کر رہی تھی۔ اجتماع کیا تھا ایک عظیم الشان جلسۂ عام تھا۔ مسجد کے ہال، دالان اور صحن میں لوگ اس طرح مل کر بیٹھے تھے کہ کسی کے لئے پہلو تک بدلنا مشکل تھا۔ ایک وقت مجھے ڈاکٹر صاحب کو ایک پرچہ بھیجنے کی ضرورت پڑی لیکن ان تک پہنچنے کا راستہ نہ مل سکا۔ مسجد کے نیچے میونسپل ہال ہے۔ اس کے ایک حصہ میں خواتین اور دوسرے میں مردوں کے لئے انتظام تھا۔ مسجد کے سامنے کی سڑکوں اور گلیوں نیز دوکانوں کے چبوتروں تک پر لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے کوئٹہ کی کل آبادی ڈاکٹر صاحب کا درس قرآن سننے کے لئے امنڈ آئی ہو۔ یہ صورتحال پہلے دن ہی نہیں چاروں دن رہی۔ لوگ تھے کہ آخر تک جمے رہتے تھے۔ مسجد کے دروازہ پر محترم ڈاکٹر صاحب کی کتابوں کا مکتبہ نیز کیسٹوں کا اسٹال لگایا گیا تھا۔ مکتبہ پر محمد اکرم بھٹی صاحب اور کراچی کے نوجوان رفیق فاروق صدیق کی ڈیوٹی تھی۔ لاہور سے کتابوں کے کئی بنڈل کوئٹہ بھیجے گئے تھے۔ ہم نے بھی لاہور سے چلتے ہوئے دو بنڈل ساتھ لے لیئے یہ سمجھ کر کہ اگر کتابیں بچ گئیں تو کوئٹہ کی تنظیم کے سپرد کر دی جائیں گی۔ کتابیں اس قدر بھیجی گئی تھیں کہ ہمارا گمان تھا کہ کافی بچ جائیں گی۔ مگر وہاں پر تیسرے دن ہی تمام کتب ختم ہو گئیں اور بہت سے لوگوں کو نہ مل سکیں۔ چوتھے روز ڈاکٹر صاحب کا کتب کے بارے میں اعلان کرنے کا ارادہ تھا۔ مگر کتب ہوتیں تو موصوف اعلان کرتے۔ اب تک ہماری سب سے زیادہ کتب کی فروخت پشاور کے دورہ کے موقع پر ہوئی تھی۔ لیکن کوئٹہ پشاور سے بھی بازی لے گیا۔ یہاں پر ہزاروں کی تعداد میں کتب فروخت ہوئیں۔ کیسٹوں کی فروخت کا بھی کم و بیش یہی کچھ حال تھا۔

مسجد طوبیٰ میں پہلے روز درس کے بعد محترم ڈاکٹر صاحب جب قیام گاہ پر واپس آئے تو وہاں ملاقات کے لئے بہت سے اصحاب آئے ہوئے تھے کنگ ایڈورڈ کالج لاہور کے ڈاکٹر صاحب

کے ایک طالب علم ساتھی ڈاکٹر سعید صاحب، اقبال یوتھ فورم کے صدر راہی صاحب اور دیگر احباب موجود تھے۔ روزنامہ "جنگ" کوئٹہ کے نمائندہ ڈاکٹر صاحب کے انٹرویو کے لئے گئے تھے۔ گورنر بلوچستان جنرل رحیم الدین صاحب کی طرف سے بھیجے گئے ایک سیکشن آفیسر عثمانی صاحب بھی موجود تھے، جو گورنر صاحب کا یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ گورنر صاحب چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب حکومت بلوچستان کے گریڈ ۱۷ اور اس سے اوپر کے تمام افسروں کو خطاب فرمائیں۔ گرل گائڈ کیمپ کے سلسلہ میں ۹ تا ۱۱ مئی چونکہ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو کوئٹہ آنا تھا۔ اس لئے گورنر صاحب کی طرف سے فرمائش تھی کہ جنرل ضیاء الحق صاحب کی واپسی کے بعد یعنی ۱۱ مئی کی شام یا ۱۲ مئی کی صبح ڈاکٹر صاحب خطاب فرمائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے گورنر صاحب کی یہ دعوت ۱۲ مئی کی صبح آٹھ بجے کے لئے قبول فرمائی۔

ڈاکٹر صاحب کوئٹہ پہلے بھی تشریف لا چکے تھے۔ زیارت بھی جا چکے تھے۔ موصوف کا فرمانا تھا کہ اصل بلوچستان کوئٹہ نہیں۔ یہاں پر دیگر صوبوں کے حضرات بھی اچھی خاصی تعداد میں آباد ہیں۔ موصوف کی خواہش تھی کہ اصل بلوچستان دیکھا جائے۔ اس کے لئے قلات کا انتخاب کیا گیا۔ پروگرام یہ بنا کہ اگلے دن یعنی ۹ مئی کو صبح فجر کے فوراً بعد قلات روانہ ہوا جائے۔ چنانچہ فجر کے فوراً بعد کار میں ہم لوگ قلات روانہ ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب اور راقم الحروف کے علاوہ کار میں میاں محمد نعیم صاحب تھے۔ طارق سعید صاحب کے برادرِ نسبتی کار کو ڈرائیو کر رہے تھے۔ قلات کوئٹہ کے جنوب میں کوئی نوّے میل کے فاصلے پر ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ راستہ بالکل بنجر اور ویران ہوگا۔ لیکن ہمیں حیرت ہوئی کہ اس علاقے میں بجلی کے آجانے سے ایک انقلاب آگیا ہے۔ سڑک کے دونوں جانب دور دور تک ہرے بھرے کھیت اور باغات ہیں۔ بلوچستان میں ترقیاتی کام زوروں پر ہے۔ تھوڑی تھوڑی دور پر ٹیوب ویل ہیں۔ جنہوں نے یہاں کی کایا ہی پلٹ دی ہے۔ یہ کام بھٹو صاحب کے دور میں شروع ہو گیا تھا اور موجودہ گورنر صاحب ترقیاتی کاموں کی نگرانی میں انتہائی مستعد ہیں۔ کوئٹہ کے لئے سوئی گیس کی لائن بچھانے کا کام زوروں پر ہے۔ شب و روز کام ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ گورنر صاحب نے اس سال ستمبر تک اس کام کے ختم کرنے کا ٹارگٹ دیا ہے۔ ہمارے ایک دوست کے بقول یہ کام اس رفتار سے جاری ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کام انسان نہیں جن کر رہے ہیں۔

قلات کے بازار میں چل پھر کر دیکھا۔ یہ ایک قصبہ ہے۔ بازار میں اکثر بڑی دوکانیں ہندوؤں

کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی تجارت پہ وہ قابض ہیں۔ ایک آدھ گھنٹہ رہ کر ہم دوپہر بارہ بجے تک واپس کوئٹہ پہنچ گئے۔ قلات سے واپسی میں سُریاب سے قبل سڑک کے کنارے چند کچے کمروں پہ ایک مدرسہ کا سائن بورڈ لگا تھا جو" وحدت الوجود والشہود ابن العربی "کے نام پہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے وہاں پہ گاڑی رکوائی۔ گھوم پھر کر دیکھا لیکن اس وقت وہاں پہ کوئی صاحب موجود نہ تھے۔

شام کو مختلف اصحاب ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لئے آئے۔ میں نے ظہر کے بعد میاں محمد نعیم صاحب کے ساتھ مدیر ہفت روزہ" پاسبان" کوئٹہ عبدالواحد صاحب سے ان کے دفتر جاکر ملاقات کی۔ سابق امیر جماعت اسلامی کوئٹہ قاضی دوست محمد صاحب سے بھی ان کے گھر پر ملاقات کی گئی۔

رات کو مسجد طوبیٰ میں ڈاکٹر صاحب کا درس ہوا۔ مسجد کل کی طرح کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ طارق سعید صاحب کی سسرال میں رات کا کھانا کھایا۔ طارق سعید صاحب جو کراچی کی تنظیم کے رفیق ہیں، کوئٹہ میں ان کے چار برادر نسبتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے کوئٹہ آنے سے قبل ہی سے، چاروں بھائیوں نے روز و شب نہایت مستعدی سے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے اور انہیں دین کا سپاہی بنائے۔ آمین !

۱۰ مئی کو صبح سے دوپہر تک کا وقت عام ملاقاتوں کے لئے رکھا تھا جس کا اعلان رات کو درس کے بعد کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ صبح سات بجے سے بارہ بجے تک ملاقاتیوں کا تانتا بندھا رہا۔ جن میں ہر طبقہ فکر کے لوگ شامل تھے۔ بعد نماز عصر ڈاکٹر صاحب ملٹری ڈیری فارم کی مسجد کے احباب کی دعوت پہ وہاں تشریف لے گئے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے مختصر خطاب کیا۔ ایک عیسائی جوڑا بھی آیا تھا۔ جو ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پہ مشرف بہ اسلام ہونا چاہتا تھا۔ اسے مشرف بہ اسلام کیا۔ مغرب تا عشاء مسجد طوبیٰ میں سورۃ الحجرات کے درس کا تیسرا اور آخری دن تھا۔ مسجد اور اس کے اطراف میں حسب سابق فرزندانِ توحید کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔

ظہرانہ پہ ڈاکٹر سعید الزمان نے بلایا تھا اور عشائیہ نسیم صاحب کے گھر پہ تھا۔ جہاں پہ متعدد حضرات سے ڈاکٹر صاحب کی ملاقاتیں ہوئیں۔ جن میں ایک سابق مرکزی وزیر بھی شامل تھے۔ نسیم صاحب مسجد طوبیٰ کی مجلس انتظامیہ کے صدر ہیں۔ نسیم صاحب کا مکان دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو خیال آیا کہ اب سے چوبیس سال قبل جب موصوف تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع میں

کوئٹہ تشریف لے گئے تھے تو ایسے ہی ایک مکان میں جس کے اندر لان تھا وہ تبلیغی جماعت کے چند دیگر احباب کے ساتھ دعوت پر مدعو تھے۔ نسیم صاحب سے جب ڈاکٹر صاحب نے ذکر کیا تو وہ سوچ میں پڑ گئے۔ ذہن پر زور ڈالا تو انہیں یاد آیا کہ وہ دعوت انہی کے گھر تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی یادداشت واقعی قابلِ رشک ہے۔

تنظیم اسلامی کے قیام کے اگلے ہی سال یعنی ۱۹۷۶ء میں کوئٹہ کے اسلامیہ ہائی سکول میں تنظیم کے رفقاء کی ایک تربیت گاہ منعقد ہوئی تھی۔ جس میں ملک کے مختلف حصّوں سے تنظیم کے رفقاء نے شرکت کی تھی۔ اسلامیہ ہائی سکول کی طرف سے تقاضا ہوا کہ ڈاکٹر صاحب انہیں بھی کچھ وقت دیں۔ چنانچہ ۱۱ مئی کی صبح ڈاکٹر صاحب وہاں تشریف لے گئے اور طلباء کی اسمبلی سے قرآن حکیم کی پہلی وحی کی روشنی میں خطاب کیا۔ وہیں پر ناشتے کا انتظام تھا۔ وہاں سے تعمیرِ نو ہائی سکول گئے۔ قبل ازیں اسی روز بعد نمازِ فجر مسجدِ طوبیٰ کے خطیب جناب قاری افتخار احمد صاحب کے مدرسہ کا معائنہ فرمایا۔ یہ مدرسہ کوئٹہ کی نئی آبادی میں ہے۔ کوئٹہ کے پروگرام میں قاری صاحب کا پرجوش تعاون ہمیں حاصل رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب جو کام کر رہے ہیں موصوف اس کے دل سے حامی ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ بھی ہمیں ان سے مزید تعاون حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین! ان کا بیٹا حماد بھی ہمارے کام میں ہر طرح سے ہاتھ بٹاتا رہا ہے۔ وہ بہت نیک لڑکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دین کا سپاہی بنائے۔ آمین

ڈاکٹر صاحب بہت تھکے ہوئے تھے۔ کوئٹہ کا پانی بھی ہم لوگوں کو راس نہیں آیا تھا۔ سوءِ ہضم کی شکایت تھی۔ کوئٹہ کے احباب نے آج وہاں کے تفریحی مقامات اُڑک (URRAK) اور حنا جھیل جانے کا پروگرام بنایا تاکہ ماحول کی کثافت سے ہٹ کر خوشگوار فضا میں سانس لینے کے کچھ لمحات میسر آسکیں۔ چنانچہ تعمیرِ نو ہائی سکول کے معائنے سے فارغ ہو کر ہم لوگ اُڑک اور حنا جھیل گئے۔ دوپہر تک وہیں رہے۔ ہمارے چند نوجوان ساتھی اوپر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ گاڑی ایک جگہ کھڑی کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد پیدل راستہ تھا۔ تھوڑی تھوڑی دور پر جوتے اتار کر ٹھنڈے پانی میں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ یہاں کے ماحول نے قلب و ذہن کو خاصا سکون بخشا۔

سورۃ الحجرات کا درس تو کل ختم ہو گیا تھا لیکن آج کے دن مسجد طوبیٰ ہی میں مغرب تا عشاء ڈاکٹر صاحب کی تنظیم اسلامی کی دعوت پر تقریر کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ یعنی بعد مغرب تقریر

اور بعد عشاء حاضرین کے سوالات کے جوابات۔ چنانچہ بعد مغرب تقریر ہوئی۔ حاضری کا وہی عالم تھا۔ عشاء کے بعد بھی مجمع جما رہا۔ حسبِ اعلان سوالات تحریری طور پر پہلے ہی پہنچا دیئے گئے تھے جن کے ڈاکٹر صاحب نے جوابات دیئے۔

گورنر صاحب کی طرف سے پیغام آیا کہ موصوف ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بعد نماز عصر گورنر ہاؤس میں ان سے ملاقات کی۔ انہیں نیک، شریف، ملنسار، فرض شناس منتظم اور صحیح معنوں میں ایک سپاہی پایا۔ مختلف مسائل پر دیر تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ معلوم ہوا کہ جنرل رحیم الدین صاحب جامعہ ملیہ دہلی کے تعلیمیافتہ ہیں۔ سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی اور سابق وزیر ڈاکٹر محمود حسین صاحب مرحوم کی بیٹی ان کی اہلیہ ہیں۔ اور وہ خود بھی ان کے قریبی عزیز ہیں۔ دینی، علمی اور ملّی مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔

۱۲ مئی کوئٹہ میں ہمارا آخری دن تھا۔ چوہدری محمد یوسف صاحب، جنہوں نے مہمانداری میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، سے رخصت ہو کر ہم لوگ مارشل لاء ہیڈ کوارٹر پہنچے جہاں پر صبح ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر صاحب کو حکومت بلوچستان کے گریڈ ۱۷ اور اس سے اوپر کے تمام افسروں کو خطاب کرنا تھا۔ ٹھیک وقت پر اجتماع کی کارروائی شروع ہوئی۔ ایک بڑے شامیانے کے نیچے افسران بیٹھے تھے۔ کچھ فوجی افسر بھی شریک تھے۔ قاری افتخار صاحب کی تلاوت کلام پاک سے اجتماع کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ گورنر بلوچستان جنرل رحیم الدین صاحب نے خیر مقدمی کلمات کہے اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے خطاب فرمایا۔ اختتامی کلمات بھی گورنر صاحب نے کہے اور ڈاکٹر صاحب کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کے خطاب سے ہمارے دل کو لگا ہوا زنگ کچھ اترا ہے۔ اس قسم کے مزید خطابات سے رفتہ رفتہ یہ زنگ اترے گا۔ لیکن بعض لوگوں کا زنگ اتنا سخت ہے کہ اس کو اتارنے کے لئے ہتھوڑوں کی ضرورت ہے۔"

خطاب کے بعد کافی دیر ڈاکٹر صاحب گورنر صاحب کے دفتر میں ان سے تبادلہ خیالات کرتے رہے اور ائرپورٹ اس وقت پہنچے جب جہاز پرواز کے لئے بالکل تیار کھڑا تھا۔ گورنر صاحب کے اے ڈی سی اور بہت سے احباب ڈاکٹر صاحب کو ائرپورٹ پر الوداع کہنے تشریف لائے۔ کوئٹہ میں آئندہ کے لئے یہ طے کیا گیا اور اس کا اعلان بھی کر دیا گیا کہ تنظیم اسلامی کے دو دلوں رفقاء یعنی میاں محمد نعیم صاحب اور محمد اکرم بھٹی صاحب روزانہ مغرب تا عشاء مسجد طوبیٰ

میں موجود رہا کریں گے اور تنظیم کی دعوت کے سلسلہ میں لوگوں سے ملاقاتیں کریں گے۔ نیز ہر جمعہ کی شام کو اسی مسجد میں ڈاکٹر صاحب کا کوئی خطاب یا درس قرآن بذریعہ ٹیپ سنایا جایا کرے گا ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز ڈاکٹر صاحب کے اس دورہ کے کامیاب نتائج نکلیں گے۔ کوشش کرنا ہمارا کام ہے نتائج اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ہمیں یہ بھی امید ہے کہ انشاء اللہ قاری افتخار صاحب اور طارق سعید صاحب کے نسبتی برادران منظور، منصور، خوشنود اور قاسم صاحبان اور دیگر احباب دعوت رجوع الی القرآن کے ضمن میں کوئٹہ میں ڈاکٹر صاحب کے دست و بازو بنیں گے۔

'اخبارِ جہاں' کا تبصرہ

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دورۂ کوئٹہ کے بارے میں' ہفت روزہ " اخبار جہاں " کی اشاعت
۲۴ مئی ۸۲ء میں کوئٹہ کے نمائندے جناب اختر بلوچ صاحب نے " اہم مراکز میں
کیا ہو رہا ہے " کے زیر عنوان جو رپورٹ دی ہے وہ بھی قارئین کے لئے پیش کی جا رہی
ہے۔ (ادارہ)

صوبائی گورنر لیفٹیننٹ جنرل رحیم الدین خاں کے زیر اہتمام ایوان اقتدار میں صوبہ بھر کے اعلیٰ سول اور فوجی افسروں پر مشتمل ایک خصوصی تقریب سے ملک کے نامور مفکر، دانشور اور عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب کو عوامی حلقوں نے ایک غیر معمولی اور خوشگوار واقعہ قرار دیا۔ کیونکہ قیام پاکستان کے ابتدائی ایام کے دوران حکومت میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کے وجودِ مسعود اور مبارک کردار کے بعد ماضی کے ادوار میں مملکت خداداد کے حاکمانِ وقت اور عُمال حکومت نے رشد و ہدایت اور اصلاح احوال کی غرض سے کسی عالم دین کے آوازۂ حق اور فیضانِ نظر کی ضرورت محسوس نہ کی۔ بدقسمتی سے ہمارے علماء و مشائخ کی اکثریت بھی دین سے جدا سیاست کی نیرنگیوں اور نحوستوں کا شکار ہو گئی۔ اور انہوں نے اپنی ضرورتوں کے تحت ایسے طبقات و افراد سے روابط بڑھا لئے جو عرف عام میں بداعمال تھے جو اپنی اقدار و شعائر پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اور جو حصولِ اقتدار کیلئے دین اسلام اور اسلام پر قائم مملکت کی بیخ کنی پر تلے ہوئے تھے۔ شاطر سیاست کاروں نے مسند رسول مقبولؐ کے وارثوں کو اپنے مخصوص سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر کے ان کے مقام و منصب کو مجروح کر دیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ارباب حکومت اور عوام دونوں کے ہاں علماء و مشائخ کا احترام محض روایتی اور رسمی ہو کر رہ گیا۔

گذشتہ چند برسوں سے ایک ایسے دینی مفکر و مبلغ کی جانب اہل ایمان متوجہ ہوئے جو مروجہ سیاست کی تمام تر آلائشوں سے مبرا تھا۔ جس کی پُردرد پکار میں بلا کی تاثیر تھی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے نہ صرف سیدھے سادے مسلمانوں کے دلوں کو گرمایا بلکہ مغرب زدہ طبقے اور سیکولر نظریئے کے پجاریوں کو بھی مثبت و مستقیم راہیں سجھائیں۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ صوبائی مارشل لاء ہیڈ کوارٹر میں بیوروکریٹس کا اجتماع اپنی روایتی اکڑفوں اور خود نمائی کے انداز بھول کر نہایت مؤدبانہ طریقے سے ایک باعمل عندلیش عالم کے ارشادات گرامی سننے میں منہمک تھا۔

ڈاکٹر صاحب عُمّالِ حکومت پر یہ واضح کر رہے تھے کہ اسلام ہماری سوچ و فکر کا مرکز اور محور ہے۔ اگر ہم اس مرکز سے ہٹ گئے تو بھی منزل کو نہ پا سکیں گے۔ پاکستان کا استحکام اور اس کے مسائل کا حل اس میں ہے کہ ہماری ہر تحریک اور جدوجہد کی بنیاد دین پر ہو۔ پاکستان کو اس لحاظ سے منفرد مقام حاصل ہے کہ دین اور مذہب اس کی اساس ہیں۔ اس بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ زبان و ثقافت، رسوم و رواج اور علاقائی تفاوت کے باوجود اگر پاکستان کے مسلمان یکجا ہیں تو اس کا واحد سبب مذہب اور دین کی قدر مشترک ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد بتا رہے تھے کہ تاریخی اور جغرافیائی حد بندی اور قوم پرستی کے جذبے کی شدت ان قدرتی عوامل میں سرفہرست ہے جو کسی ملک کے استحکام کی تقویت کا باعث بنتے ہیں لیکن اسلامی یکجہتی کا تصور نسل اور زبان کے اشتراک اور علاقائی حدود کے تناظر سے آزاد ہے۔ ہماری قومیت کی بنیاد ہمارا مذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی میں خلافت کو خطرہ لاحق ہوا تو تحریک ہندوستان میں چلی۔ سسلی، ہسپانیہ اور طرابلس کے لئے مرثیے مشرق کے بیٹے اقبال نے کہے۔

معاشرے میں پائی جانے والی غیر اسلامی رسوم پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سرکاری افسروں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سادگی کو اپنا شعار بنائیں اور ظاہری نمود و نمائش کی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوششوں کو ترک کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ اصلاح اور ذہنی تبدیلی کیلئے ضروری ہے کہ مادیت اور الحاد سے چھٹکارا حاصل کر کے اختلافات اور تضادات کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے نظام کو ایک ثانوی چیز قرار دیا اور کہا اصل مسئلہ علم کا ہے۔ ترجیحات کا تعین کرتے وقت اسے سرفہرست رکھا جانا چاہیئے جب تک فکری سطح پر اسلام

نہیں اٹاثات نہیں بنے گی ۔ ملک میں اسلامی نظام کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اجتماعی نوعیت کے بالخصوص عائلی معاملات میں جن کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آتا ہے حکومت کو پہل کرنی چاہیئے کیونکہ قرآن کے حوالے سے اگر ہم اپنے عائلی نظام کی اصلاح نہیں کر سکتے تو پھر کسی بھی شعبے میں اصلاح نہیں ہو سکتی اس لئے ضروری ہے کہ پہلے اجتماعی معاملات پر توجہ دی جائے ۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے افسروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں کو دیانت دار مخلص، محنتی، فرض شناس اور عہد کو ایفا کرنے والا ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ اسلام میں کام کا اصل محرک دین اور مذہب کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ اس لئے ہمیں بہر حال کتاب و سنّت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوگا ۔

صوبائی گورنر نے ڈاکٹر اسرار احمد کے ڈیڑھ گھنٹہ کے ایمان افروز خطاب سے قبل اپنی تقریر میں ڈاکٹر صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ مغربی تہذیب کے اثرات اور مادہ پرستی نے ہمیں روحانی قدروں سے دور کر دیا ہے ۔ زنگ آلود دلوں کے جلاء کے لیے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جیسے علماء کے خطبات مشعل راہ کا کام دیتے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ روح کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے مادیت اور روحانیت میں توازن ہونا چاہیئے ۔ جو عین صراط مستقیم ہے ۔ روح کی پاکیزگی کے لئے قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا ناگزیر ہے ۔ اگر ہم نے قرآن حکیم سے رجوع نہ کیا تو پھر ایسا کوئی ذریعہ نہیں جو صحیح سمت میں ہماری رہنمائی کر سکے ۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب کے بعد گورنر نے ان کا شکریہ ادا کیا اور توقع ظاہر کی کہ ڈاکٹر صاحب کے ارشادات کو فکر کا مرکز بنایا جائے گا ۔ اور سرکاری افسران ان کی باتوں کو اصلاح کا ذریعہ بنائیں گے ۔ گورنر نے یہ بات زور دے کر کہی کہ ہماری بقاء اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں ۔

عن عبد اللہ بن عمرؓ ۔ قال ؛ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ

عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

pti

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

میثاق کی ایجنسیاں

الحمدُ للہ دعوتِ رجوع الی القرآن کا علمبردار اور تحریک تجدید ایمان۔ توبہ۔ تجدید عہد کا نقیب، ماہنامہ 'میثاق'، اب ملک کے طول و عرض میں پڑھا اور پسند کیا جاتا ہے۔ اور اس کی 'مانگ' روز افزوں ہے۔ 'میثاق' کی ایجنسیوں کے باقاعدہ نظام کو سال رواں کے آغاز میں متعارف کرایا گیا تھا۔ چند ماہ کے مختصر سے عرصے میں، اللہ کے فضل و کرم سے بیسیوں ایجنسیاں ملک کے مختلف شہروں میں قائم ہو چکی ہیں۔

ذیل میں ان ایجنسیوں کی ایک فہرست پیش کی جا رہی ہے واضح رہے کہ لاہور اور کراچی کی ایجنسیاں فہرستِ زیرِ نظر میں 'مذکور نہیں ہیں۔ ان کی لسٹ' ان شاء اللہ، آئندہ شائع کر دی جائے گی۔

● **راولپنڈی**
اتفاق نیوز ایجنسی
اخبار مارکیٹ، کالج روڈ

● **پشاور**
زرباغ خاں صاحب، بزنس کمپنی
(سول ایجنٹ برائے پشاور)

● **نوشہرہ**
حفیظ سنز

● **چارسدہ**
ایم گل کرم صاحب

● **ڈیرہ اسماعیل خان**
راجہ برادرز

● **منگورہ**
کتابستان

● **بنوں**
صاحب میر صاحب

● **مردان**
۱۔ حسین شاہ صاحب، بزنس کمپنی
۲۔ محمد اصغر صاحب، ایڈووکیٹ عمرزئی
تحصیل چارسدہ (ضلع مردان)

● **کوہاٹ**
۱۔ فیض اللہ خان صاحب
کاسٹ اکاونٹنٹ باری کاٹن ملز لمیٹڈ
۲۔ عزیز نیوز ایجنسی

۲۔ جمیل احسن صاحب
معرفت ظفر بکری، بالمقابل گارڈ روم نمبر ۲
ہزاروی سپکر کوٹ

● ایبٹ آباد
ریاض الحق صاحب
ریاض نیوز ایجنسی

● آزاد کشمیر
۱۔ سید محمد آزاد صاحب
موضع گوسیاں، ڈاکخانہ جاتلاں
ضلع میرپور
۲۔ عبدالغفور صدیقی صاحب
میر سٹیشنرز : نزد گرلز ہائی اسکول
میرپور شہر

● بلتستان
محمد سعدی صاحب ناظم،
احمد لائبریری، احمد آباد
ڈوغنی

● رحیم یار خان
۱۔ چوہدری امانت علی اینڈ سنز
اسٹیشن روڈ
۲۔ محمد اصغر صاحب
نیشنل نمبرا سٹور

● واہ کینٹ
ظفر الحق صاحب
مکان نمبر ۲۵/۱-۲-۵۶، انوار چوک

● گوجرانوالہ
۱۔ عبدالمجید منشا صاحب
شاہین بک اسٹال نزد ریلوے اسٹیشن
۲۔ افضل ٹیلرز، کھنڈ بازار

● سیالکوٹ
۱۔ ملک اینڈ سنز
پسرور (ضلع سیالکوٹ)
۲۔ علی نیوز ایجنسی

● اٹک
ساجد نیوز ایجنٹ
حضرو (ضلع اٹک)

● شیخوپورہ
محمد یونس جنجوعہ صاحب۔
جنڈیالہ شیر خاں (ضلع شیخوپورہ)

● ملتان
i۔ نقی احمد صاحب
پاک سٹی بیوٹرز۔ کچہری روڈ
ii۔ عبدالستار صاحب
نیشنل الیکٹرک ورکس، چوک بخاری
کہروڑ پکا (ضلع ملتان)

● اوکاڑہ
رحمت بک اسٹال
نیوز ایجنٹس نزد ریلوے پل

● جیکب آباد
گلزار حسین نیوز پیپر ایجنسی اینڈ بک سٹال

کشور کارنی مراضلع جیکب آباد

● حیدرآباد

(۱) خالد حسین صاحب

معرفت واحد بان ہاؤس

ٹنڈو میر محمود - اولڈ پاور اسٹیشن

(۱۱) مکتبہ اسلامی، کورٹ روڈ

● ٹنڈو محمد خان

بقا احمد فاروقی صاحب، شاہی بازار

● سکھر

حکیم محمد عارفین صاحب

طارق ٹلک روڈ

شرائط ایجنسی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے

شرائط ایجنسی

ماہنامہ **میثاق** لاہور

- ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں پر دی جاتی ہے۔
- کمیشن ۳۳ فی صد دیا جاتا ہے۔
- پیکنگ اور ڈاک خرچ ادارہ "میثاق" کے ذمہ ہوتے ہیں۔
- مطلوبہ پرچے کمیشن وضع کر کے بذریعہ وی۔پی روانہ کئے جاتے ہیں۔

خریدے ہوئے پرچے واپس نہیں لئے جاتے۔

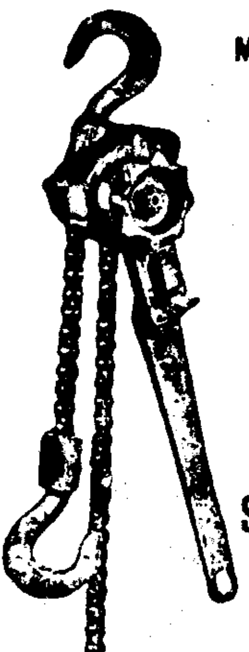

MODERN HANDLING EQUIPMENT
FROM CZECHOSLOVAKIA

CAPACITY 0.8 Tons, 1.6 Tons
3 2 Tons, 5 Tons & 6 Tons

AVAILABLE IN STOCK

(BRANO)
PULL LIFT

Contact :
S. NIZAM-UD-DIN & CO.
Nizam Manzil, 59, Nishter Road.
LAHORE
Phone : 66303

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

سورۃ الاسراء۔ الآیۃ ۸۲

عطیہ: حاجی محمد سلیم

حاجی شیخ نورالدین اینڈ سنز لمیٹڈ (Exporters)

۳۰۱، لنڈا بازار، لاہور۔ ۳۰۶۴۶۸ / ۳۰۵۴۶۹

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۶-۳۱
۲۳۹۳۱

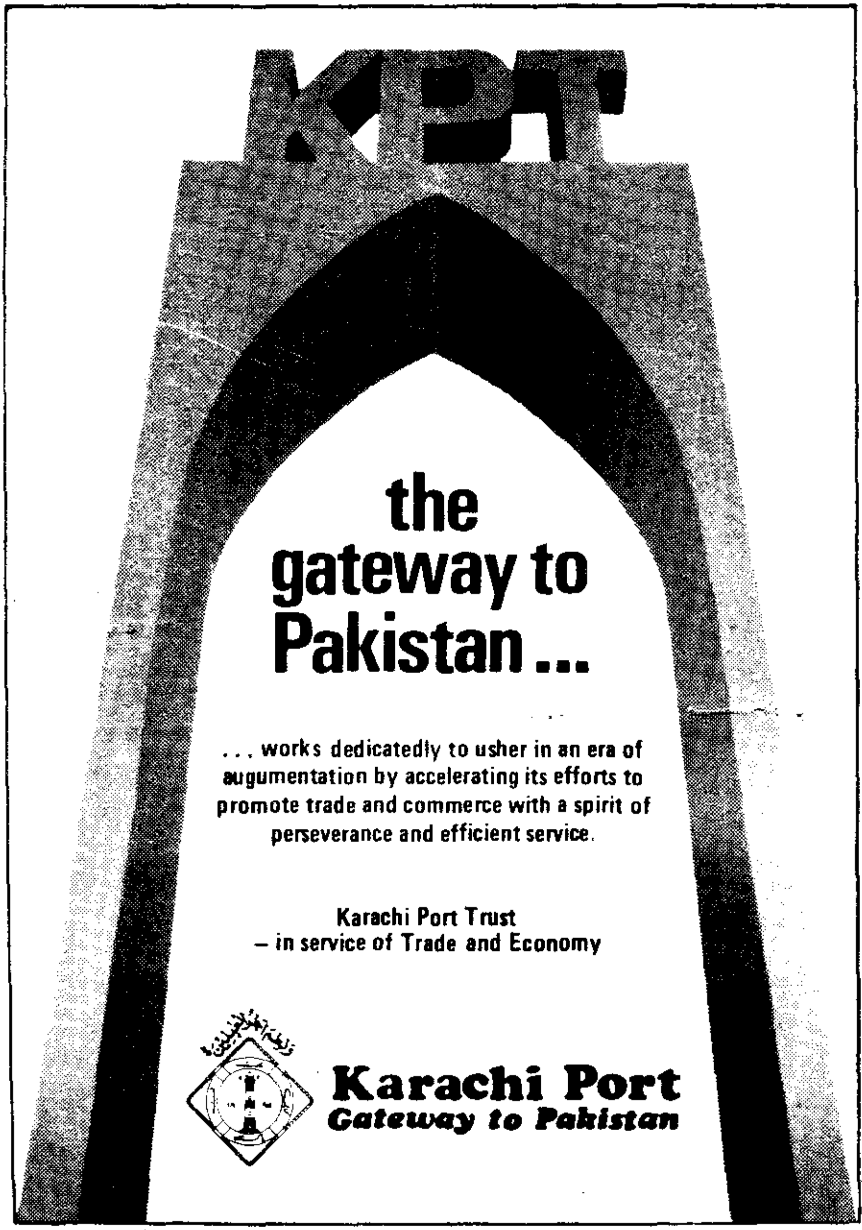

PID (Islamabad) Paragon ● KPT-11-R

Regd. L No. 7380

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol. 31 JULY 1982 No. 7

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

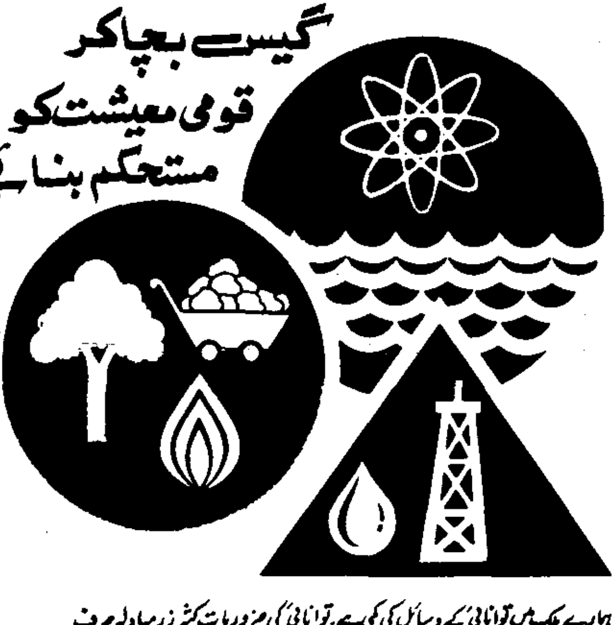

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے. توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں. ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جارہی ہے. آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی.

قدرتی گیس بہت زیادہ
قیمتی ہے،
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی نادرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

SNGPL 4/80

paragon